Spot CMYK#Waheed

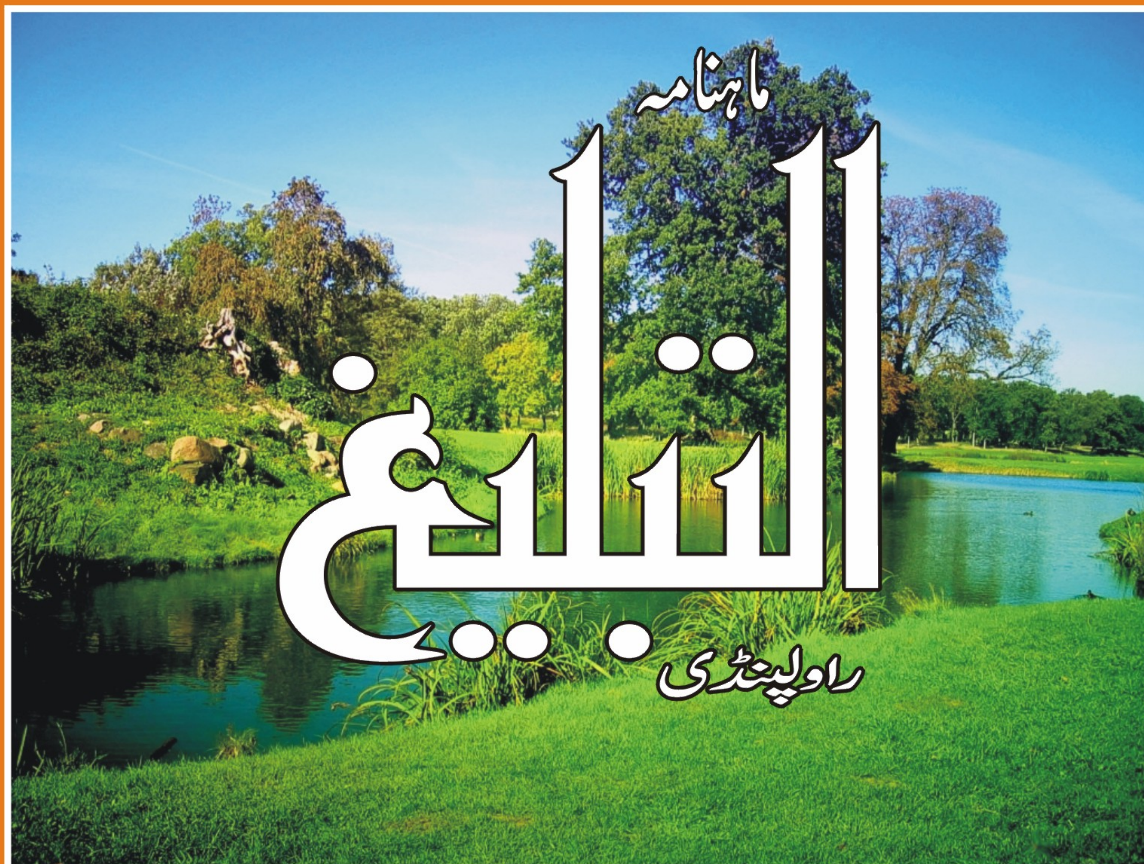

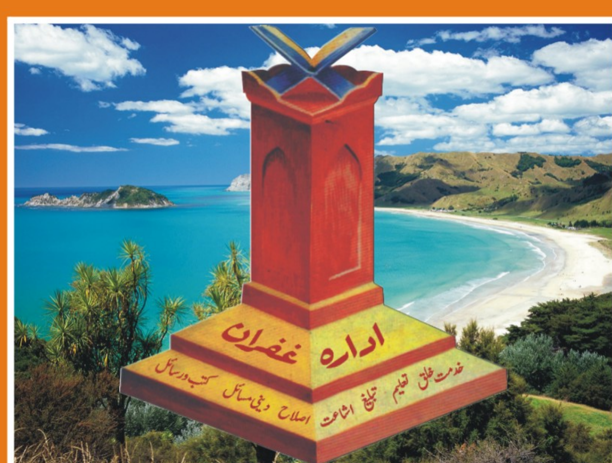

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ.................25 روپے

سالانہ.................300 روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ	کیا قدرتی آفات وبلیات کی روک تھام ممکن ہے؟	مفتی محمد رضوان	۳
درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۳۳، آیت نمبر ۴۴)	خود عمل نہ کرنے والے کا دوسرے کو نصیحت کرنا	// //	۸
درسِ حدیث	جمعہ کے دن درود شریف کے فضائل	// //	۹

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ماہِ جمادی الاخریٰ: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں	مولوی طارق محمود	۱۵
اسرائیل اور مسلمانوں کے موجودہ حالات	مفتی محمد رضوان	۲۲
گستاخِ رسول کو سر کا خطاب کیوں ملا؟	ابوریحان	۳۵
اسلام آباد، لال مسجد وجامعہ حفصہ کا قضیہ	مفتی ابوریحان	۳۷
پاکی ناپاکی کے مسائل	مفتی محمد امجد حسین	۳۸
معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط ۸)	// //	۴۰
اولاد کی تربیت کے آداب (قسط ۳)	مفتی محمد رضوان	۴۶
مکتوباتِ مسیح الامّت (بنام محمد رضوان) (قسط ۱۴)	ترتیب وحواشی: مفتی محمد رضوان	۴۸
طلبۂ کرام کو فضولیات سے بچنے کی ضرورت	// //	۵۱

علم کے مینار	ماضی کے مسلمان معاشروں میں علمِ شریعت کی فراوانی	مفتی محمد امجد حسین	۵۵
تذکرۂ اولیاء	صحابیٔ رسول حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ	// //	۶۰
پیارے بچو!	سونے اور جاگنے کے اچھے طریقے	حافظ محمد ناصر	۶۳
بزمِ خواتین	زیب وزینت کی شرعی حیثیت اور حدود (قسط ۲)	مفتی ابوشعیب	۶۶
آپ کے دینی مسائل کا حل	فرض نماز کے بعد دُعا کا شرعی حکم	ادارہ	۷۱
کیا آپ جانتے ہیں؟	سوالات وجوابات	ترتیب: مفتی محمد یونس	۸۶
عبرت کدہ	حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط ۱۱)	مولوی طارق محمود	۸۹
طب وصحت	ہیضہ (CHOLERA)	حکیم محمد فیضان	۹۳
اخبارِ ادارہ	ادارہ کے شب وروز	مولانا محمد امجد حسین	۹۶
اخبارِ عالم	قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	ابرار حسین ستی	۹۷
Congregational Prayers For Ladies		// //	۱۰۰

Idara Ghufran

ادار یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مفتی محمد رضوان

کیا قدرتی آفات وبلیات کی روک تھام ممکن ہے؟

پوری دنیا عموماً اور وطنِ عزیز ’’پاکستان‘‘ خصوصاً گذشتہ چند سالوں سے قدرتی آفات، اور ناگہانی بلیات کی زد میں ہے۔

ایک آفت ومصیبت کے اثرات ختم بلکہ کم نہیں ہوتے کہ اس سے بڑی آفت ومصیبت کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے، تقریباً پونے دوسال پہلے آزاد کشمیر اور صوبہ سرحد میں تباہ کن زلزلہ سے پورا ملک شدید متأثر ہوا، ابھی اس کمر توڑ اور عظیم سانحے کے زخم پوری طرح نہیں بھرے تھے کہ اس سال موسمِ سرما میں معمول سے کہیں زیادہ بارشوں اور برفباریوں کے نتیجہ میں ملک کے بالائی حصوں میں کاروبارِ زندگی بری طرح متاثر ہوا، اور ریکارڈ توڑ برف باری سے غیر معمولی جانی ومالی نقصان ہوا، اور گلیشیر کے گرنے، پگھلنے سے کئی علاقے متاثر ہوئے۔

اس کے بعد موجودہ عشرے کے آغاز پر ملک کو مسلسل خشک سالی اور پانی کے بحران کا سامنا رہا، موسم کی بے اعتدالی کے باعث پہاڑوں پر موجودہ برف کے تودے گرنے اور برف کے پگھلنے سے شمال مغرب کے کئی علاقے تباہ ہوئے۔

بالائی علاقوں سے آنے والے دریاؤں میں زبردست سیلاب اور طغیانی آئی، جس کے نتیجہ میں سینکڑوں آبادی والے علاقے سیلاب میں بہہ گئے، اور تیار فصلیں تباہ ہوگئیں۔

پھر اس کے بعد مون سون کی حالیہ بارشوں اور طوفان سے ملک کے جنوبی علاقوں میں زبردست تباہی ہوئی، ملک کے سب سے بڑے شہر کراچی میں ایک ہی دن کی باد وباراں وطوفان سے تین سو سے زائد افراد موت کا لقمہ بن گئے اور زبردست سمندری طوفان کی پیشین گوئیوں سے لوگوں میں خوف وہراس پھیلا رہا، طوفانی بارش اور تیز وتند ہوا کے اثر سے درخت جڑوں سے اکھڑ گئے اور بجلی کے کھمبے اور تار ٹوٹ گئے، جگہ جگہ پانی بھرے رہنے اور اندھیرے کی وجہ سے نظامِ زندگی میں خلل وتعطل پیش آتا رہا۔

ابھی چند دنوں سے کراچی شہر ہی کے بارے میں سمندری طوفان کی پیشین گوئی کی گئی، اور لوگوں کو باور کرایا گیا کہ وہ سمندری حدود سے فاصلہ پر چلے جائیں اور قریبی وکمزور بلڈنگوں کو خالی کردیں، اور ساتھ ہی

Idara Ghufran

ساتھ بعض رہائشی علاقوں کے متعلق پیشین گوئی کی گئی کہ سمندری طوفان کے باعث ان علاقوں میں اٹھارہ فٹ کی بلندی تک پانی جمع ہوسکتا ہے۔جس کے اثرات ابھی تک باقی ہیں۔

ملک کے رقبہ کے لحاظ سے سب سے بڑے صوبے ''بلوچستان'' اور سرحد کے بعض علاقوں میں زبردست تباہی اور آزمائش کا سامنا ہے، لاکھوں افراد بے گھر ہوچکے ہیں، تیارشدہ کھڑی فصلیں سیلاب سے ضائع ہوگئی ہیں، لاکھوں افراد کا گھربار، سازوسامان پانی میں بہہ چکا یا ناکارہ ہوچکا ہے، اور تاحال لوگوں کی بڑی تعداد کھلے آسمان تلے رات گزار رہی ہے۔

ایسے مواقع پر حکمران ہمیشہ یہ کہہ کر بات ختم کردیتے ہیں کہ ''قدرتی آفات وبلیات ہیں، جن کو روکنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں'' دوسری طرف سائنسدان ان آفات وبلیات کے ظاہری موسمیاتی، ارضیائی اور سائنسی اسباب وعوامل بتلا کر خاموشی اختیار کرلیتے ہیں۔

یہ تمام باتیں اپنی جگہ ہیں، ہمیں ان سے بحث نہیں، اور بحث کی اس لئے ضرورت بھی نہیں کہ مادیت پرستی کے اس موجودہ دور میں ان چیزوں پر بحث کی اتنی گرم بازاری ہے کہ مزید سننے سے تضیعِ اوقات کے علاوہ روحانیت کے مزید کمزور ہونے کا اندیشہ ہے۔

اس لئے موجودہ صورتِ حال میں ہم ان قدرتی آفات وبلیات کے باطنی وروحانی عوامل واسباب پر مختصر روشنی ڈالتے ہیں۔

قرآن مجید کی آیات، صحیح احادیث وروایات، بزرگانِ دین کے ارشادات، تاریخی واقعات اور ماضی کے تجربات ومشاہدات اس چیز پر روزِ روشن کی طرح گواہ ہیں کہ روئے زمین پر رونما ہونے والے حادثات، قدرتی آفات اور ناگہانی آفات ومصائب کا انسانی زندگی کے اعمال وافعال سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔

گذشتہ کئی قومیں بھی بداعمالیوں کے باعث زلزلوں اور طوفانوں کے ذریعہ ہلاک کی جاچکی ہیں، جن کے واقعات قرآن وحدیث میں عبرت وبصیرت کے لئے موجود ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں بداعمالیوں کے عام ہوجانے کے باعث چودہ سوسال پہلے مختلف قسم کے عذابات کی پیشین گوئیاں بیان فرمادی ہیں، جن میں زلزلے اور طوفانوں کا بطورِ خاص ذکر ہے، اور ساتھ ہی مخصوص بداعمالیوں کی بھی نشاندہی فرمادی ہے۔

اور احادیث میں بیان کی ہوئی بداعمالیاں آج ہمارے ملک ومعاشرہ میں عام ہیں، موسیقی، بے

حیائی، عریانی، فحاشی، شراب نوشی، ناچ گانا، بخل، سود، جوا، رشوت، کم ناپنا، کم تولنا، جھوٹ، دھوکہ دہی، قتل وغارت گری، غصب، لوٹ مار، چوری، ڈکیتی، تصویر بازی وغیرہ وغیرہ، وہ کون سا گناہ نہیں جو اس معاشرہ میں موجود نہ ہو، اور روز بروز ان گناہوں میں اضافہ ہی محسوس ہوتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔

یہ گناہ اور اس کے نتیجہ میں قدرتی آفات وبلیات جہاں ایک طرف قربِ قیامت کا پتہ دے رہی ہیں، وہاں انسانوں کو توبہ واستغفار اور رجوع الی اللہ کی بھی دعوت دے رہی ہیں۔

افسوس کہ ان قدرتی آفات وبلیات جن کے روکنے اور ان سے محفوظ رہنے کا نسخہ چودہ سو سال پہلے انسانوں کو دے دیا گیا تھا، اور اچھے وبرے اعمال کی شکل میں ان کو اختیار بھی فراہم کر دیا گیا تھا، اس کی طرف تو توجہ نہیں کی جارہی، اور آفات وبلیات کا شور مچایا جارہا ہے، جب آگ لگی ہوئی ہو تو نرا شور مچا دینے سے وہ آگ بجھا نہیں کرتی، بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہی ہوتا ہے، خصوصاً جبکہ آگ کو ایندھن بھی وافر مقدار میں حاصل ہو رہا ہو، یہی حال ہماری بداعمالیوں کے ایندھن اور آفات وبلیات کی آگ کا بھی ہے۔ اللهم احفظنا منه۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۳۷ ''اسلام آباد، لال مسجد وجامعہ حفصہ کا قضیہ''﴾

مزید 9 افراد جاں بحق ہوئے، حکومت کی طرف سے ہتھیار ڈالنے کی وارننگ پر 1200 طلباء وطالبات نے گرفتاری دیدی۔ صدر پرویز مشرف کی طرف سے جامعہ حفصہ سے باہر نکلنے والی تمام طالبات کو حکومتی اخراجات پر ماڈل دینی مدارس اور تعلیمی اداروں میں سہولت دینے کا اعلان کیا گیا۔ کئی طالبات کے والدین کا جامعہ حفصہ کی انتظامیہ پر افسوس کا اظہار، اور بچیوں کو آئندہ اس جامعہ میں نہ بھیجنے کا عزم؛ مزید یہ کہ مولانا عبدالعزیز صاحب بدھ کی رات تقریباً 8 بجے حکومت کی طرف سے طالبات کو دی گئی سرنڈر کی سہولت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جامعہ حفصہ کی طالبات کے ہمراہ برقعہ پہن کر منظر سے غائب ہونے کی کوشش کر رہے تھے، کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے ان کو بیٹی سمیت گرفتار کر کے نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا، دونوں بھائیوں سمیت 400 افراد کے خلاف قتل، دہشت گردی کے مقدمات درج، FIR سیل (روزنامہ اسلام، راولپنڈی 4،5 جولائی، بدھ، جمعرات) اس طرح پوری کارروائی کے نتیجہ میں بعض اکابرین کی طرف سے لال مسجد وجامعہ حفصہ کے مہتمم وخطیب صاحب کے سامنے پیش کیے گئے قیمتی جانوں کے ضیاع اور دینی مدارس کی بدنامگی کے خدشات نے حقیقت کا روپ دھار لیا۔

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۳۳، آیت نمبر ۴۴) مفتی محمد رضوان

خودعمل نہ کرنے والے کا دوسرے کو نصیحت کرنا

اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ. اَ فَلَا تَعْقِلُوْنَ (۴۴)

ترجمہ: ''کیا تم کہتے ہو (دوسرے) لوگوں کو نیک کام کرنے کو، اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؛ حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب (یعنی توریت) کی، تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے''

تفسیروتشریح

اس آیت میں یہودی علماء کو خطاب کر کے، ان کو ملامت کی جارہی ہے کہ وہ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو یہ تلقین کرتے تھے کہ تم محمد (ﷺ) کی پیروی کرو اور دینِ اسلام پر قائم رہو؛ یہ اس بات کی نشانی تھی کہ یہودی علماء دینِ اسلام کو یقینی طور پر حق اور سچ سمجھتے تھے مگر خود نفسانی خواہشات سے اتنے مغلوب تھے کہ اسلام قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔

اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ

مطلب اس جملے کا یہ ہے کہ اے یہودی علماء، تم دوسرے لوگوں کو تو وعظ و نصیحت کرتے ہو، اور خود عمل نہیں کرتے۔

حالانکہ واعظ کو بے عمل نہیں ہونا چاہیے، اگر چہ بے عمل ہونا نہ تو واعظ کے لیے جائز ہے اور نہ غیر واعظ کے لیے؛ لیکن واعظ کا جرم غیر واعظ کے جرم سے زیادہ ملامت کے قابل ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ اس کو جرم کا علم ہوتا ہے اور علم ہونے کے باوجود بھی وہ جرم کرتا ہے دوسرے اس وجہ سے کہ جو دوسروں کو وعظ و نصیحت کرتا ہے اور خود عمل نہیں کرتا، اس کی بات دوسروں پر زیادہ اثر انداز نہیں ہوتی اور دوسرے لوگوں کے دلوں میں اس کی قدر بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ دوسروں کی طرف سے ملامت کا مستحق ٹھہرتا ہے (معارفین، بتغیر)

وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ

مطلب اس جملے کا یہ ہے کہ تم کتاب یعنی توریت کو پڑھتے ہو، جس میں عالم بے عمل کی برائی کا جابجا ذکر ہے۔

اَ فَلَا تَعۡقِلُوۡنَ

اوراس جملے کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو نیکی اور بھلائی کا راستہ بتلانا اور دیدہ دانستہ اپنے کو ہلاک وبرباد کرنا یہ عقل مندی نہیں، بلکہ حماقت وبے وقوفی ہے۔

عقل کو عقل اس لیے کہتے ہیں کہ وہ انسان کو بری باتوں سے روکتی ہے اور عقل کے معنیٰ لغت میں روکنے کے ہی ہیں، پس جس انسان نے اپنے آپ کو گمراہی اور بری باتوں سے روک کر اپنے آپ کو جہنم وآخرت کے عذاب سے نہ بچایا، وہ کس طرح عقل مند کہلاسکتا ہے (معارف القرآن کاندھلوی، بتغیر)

بے عمل واعظ وعالم کی مذمّت

آیت میں خطاب تو اگرچہ یہودی علماء کو ہے لیکن معنیٰ کے اعتبار سے اس آیت میں ہر اُس شخص کی مذمت اور برائی بیان کی گئی ہے جو دوسروں کو تو نیکی اور بھلائی کی ترغیب دے مگر خود عمل نہ کرے، دوسروں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرائے مگر خود نہ ڈرے، ایسے شخص کے بارے میں احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں (معارف القرآن عثمانی، بتغیر)

ایک حدیث شریف میں معراج کی رات کا یہ واقعہ منقول ہے کہ:

> آپ ﷺ کا گزر ایک ایسی جماعت پر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں اور جب کٹ جاتے ہیں تو پھر پہلے کی طرح صحیح سالم ہوجاتے ہیں اسی طرح سلسلہ جاری ہے ختم نہیں ہوتا آپ نے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ جبریلِ امین نے کہا یہ آپ کی امت کے واعظ اور خطیب ہیں جو "یَقُوۡلُوۡنَ مَالَا یَفۡعَلُوۡنَ" کے مصداق ہیں یعنی دوسروں کو ایسی باتوں کی نصیحت کرتے ہیں جن پر عمل نہیں کرتے اور اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور عمل نہیں کرتے (قرطبی ج۱ سورۃ البقرہ آیت ۴۴، الترغیب والترھیب ج۳ کتاب الحدود وغیرہا، الترھیب من یامر بمعروف وینہی عن منکر ویخالف قولہ فعلہ)

کیا بے عمل عالم یا گناہ گار شخص دوسروں کو وعظ ونصیحت نہیں کرسکتا؟

مذکورہ آیت کا یہ مقصد نہیں کہ عالم بے عمل کسی کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے، یا کسی کو حق کا راستہ نہ بتلائے، بلکہ یہ مقصد ہے کہ خود بھی عمل کرے، بے عمل عالم نہ رہے، بلکہ عالم باعمل بنے۔

یاد رکھیے! کہ عالم پر دو چیزیں فرض ہیں، ایک شریعت کے احکام پر خود عمل کرنا اور گناہوں سے بچنا،

Idara Ghufran

دوسرے یہ کہ دوسروں کو شریعت کے احکام کی تبلیغ کرنا اور گناہوں سے روکنا، اگر کوئی دونوں فرض ادا نہیں کرتا، تو اس کے لیے دونوں کو چھوڑنا بھی جائز نہیں۔ ڈاکٹر اور طبیب اگر خود کسی مرض میں مبتلا ہو یا بدپرہیزی کرے تو اس کے باوجود دوسروں کے اس مرض کا علاج کرسکتا ہے، لیکن اس ڈاکٹر کی اپنی بیماری جب ہی دور ہوگی جب خود بھی اپنا علاج معالجہ کرے، اور پرہیز کرے، صرف دوسرے کا علاج ومعالجہ کردینا اور دوسرے کو پرہیز کرادینا، اپنی بیماری دور ہونے کے لیے کافی نہیں۔

حدیث شریف میں عالم بے عمل کی مثال شمع سے دی گئی ہے کہ جو دوسروں کو تو روشنی پہنچاتی ہے اور اپنے کو جلاتی ہے ''ترغیب وترہیب، جلد۱، کتاب العلم بحوالہ بزار'' (معارف القرآن کاندھلوی، بتغیر)

بہرحال اس آیت سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ بے عمل یا فاسق شخص کے لیے دوسروں کو وعظ ونصیحت کرنا، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور تبلیغ کرنا جائز نہیں، اور جو شخص کسی گناہ میں مبتلا ہو، اس کے لیے دوسروں کو اس گناہ سے باز رہنے کی تلقین کرنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ اچھا اور نیک عمل کرنا الگ نیکی ہے اور اس اچھے اور نیک عمل کی دوسروں کو تبلیغ کرنا دوسری مستقل نیکی ہے؛ اور ظاہر ہے کہ ایک نیکی کو چھوڑنے سے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ دوسری نیکی بھی چھوڑ دی جائے جیسے ایک شخص اگر نماز نہیں پڑھتا تو اس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ روزہ بھی چھوڑ دے یا اگر کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا تو اس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ دوسروں کو نماز پڑھنے کے لیے بھی نہ کہے۔ اسی طرح کوئی گناہ اور ناجائز کام کرنا الگ گناہ ہے اور اپنے ماتحت اور زیرِ اثر لوگوں کو اس ناجائز کام سے نہ روکنا دوسرا مستقل گناہ ہے؛ اور ایک گناہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی وجہ سے دوسرا گناہ بھی کیا جائے۔ بلکہ بہت سے بزرگوں کا تجربہ تو یہ ہے کہ اگر بے عمل شخص بھی اپنی اصلاح کی نیت سے وعظ ونصیحت کرے تو یہ خود وعظ ونصیحت کرنے والے کی اپنی اصلاح کا بھی ذریعہ ہوتی ہے۔ اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر ہر شخص یہ سوچ کر امر بالمعروف، نہی عن المنکر چھوڑ دے کہ میں خود گناہ گار ہوں، جب گناہوں سے پاک ہوجاؤں گا تو لوگوں کو وعظ ونصیحت کروں گا تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کوئی بھی وعظ ونصیحت کرنے والا باقی نہ رہے گا، کیونکہ (انبیاء علیہم السلام کے علاوہ) ایسا کون انسان ہے جو پوری طرح گناہوں سے پاک ہو۔

اور حضرت حسن کا ارشاد ہے کہ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انسان اسی غلط خیال میں مبتلا ہوکر وعظ ونصیحت اور تبلیغ کا فریضہ چھوڑ بیٹھیں (معارف القرآن عثمانی، بتغیر)

مفتی محمد رضوان

درسِ حدیث

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

جمعہ کے دن درودشریف کے فضائل

جمعہ کے دن درودشریف پڑھنے کے مختلف فضائل احادیث وروایات میں آئے ہیں۔

حضرت ملاعلی قاری رحمہ اللہ مشکوٰۃ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

فَاِنَّ الصَّلَاۃَ مِنْ اَفْضَلِ الْعِبَادَاتِ وَھِیَ فِیْھَا اَفْضَلُ مِنْ غَیْرِھَا لِاِخْتِصَاصِھَا بِتَضَاعُفِ الْحَسَنَاتِ اِلٰی سَبْعِیْنَ عَلٰی سَآئِرِ الْاَوْقَاتِ وَلِکَوْنِ اِشْتِغَالِ الْوَقْتِ الْاَفْضَلِ ھُوَ الْاَکْمَلَ وَالْاَجْمَلُ وَلِکَوْنِہٖ سَیِّدُ الْاَیَّامِ فَیُصْرَفُ فِیْ خِدْمَۃِ سَیِّدِ الْاَنَامِ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ .... وَقَدْ جَاءَ اَحَادِیْثُ کَثِیْرَۃٌ فِیْ فَضْلِ الصَّلَاۃِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَلَیْلِھَا وَفَضِیْلَۃِ الْاِکْثَارِ مِنْھَا عَلٰی سَیِّدِ الْاَبْرَارِ (مرقاۃ جلد۳ صفحہ ۲۳۷، باب الجمعۃ، الفصل الثانی)

ترجمہ: ''وجہ اس کی یہ ہے کہ درودشریف افضل ترین عبادت ہے، اور یہ عبادت جمعہ کے دن دوسرے دنوں کے مقابلے میں زیادہ فضیلت کا باعث ہے کیونکہ جمعہ کے دن کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نیکیوں کا اجر دوسرے اوقات کے مقابلے میں ستر گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے؛ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ افضل ترین وقت کو مشغول رکھنا اکمل اور اجمل ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے تو اس میں تمام مخلوقات کے سردار حضور ﷺ کی خدمت میں درود شریف کی مشغولی ہی زیبا ہے............ اور جمعہ کے دن اور اس کی رات میں حضور ﷺ پر درود شریف پڑھنے اور اس کی کثرت کرنے کی فضیلت پر بہت سی احادیث آئی ہیں'' (ترجمہ ختم)

اور علّامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ:

جمعہ کے دن درودشریف کی زیادہ فضیلت اس وجہ سے ہے کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور حضور ﷺ تمام مخلوق میں سردار ہیں، اس لئے اس دن کو حضور ﷺ کے ساتھ ایک ایسی

خصوصیت ہے جو دوسرے دنوں کو نہیں (فضائلِ درود صفحہ ۳۷ بتغیر)

(۱)......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَکْثِرُو الصَّلاۃَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَلَیْلَۃَ الْجُمُعَۃِ فَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلاۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْراً (زیادۃ الجامع الصغیر حرف الھمزۃ رقم حدیث ۸۹۳ بحوالہ بیھقی فی السنن)

ترجمہ: مجھ پر تم جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کثرت سے درود پڑھا کرو، جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائیں گے (ترجمہ ختم)

(۲)......حضرت ابواُمامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَکْثِرُوْا مِنَ الصَّلاۃِ عَلَیَّ فِیْ کُلِّ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّ صَلاۃَ اُمَّتِیْ تُعْرَضُ عَلَیَّ فِیْ کُلِّ یَوْمِ جُمُعَۃٍ مَنْ کَانَ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلاۃً کَانَ اَقْرَبَھُمْ مِّنِّیْ مَنْزِلَۃً (جامع صغیر للسیوطی ج ۲ بحوالہ بیھقی فی شعب الایمان رقم حدیث ۱۴۰۴، کنزالعمال ج ۱ رقم حدیث ۲۱۴۱، وکنزالعمال ج ۷ رقم حدیث ۲۱۵۴۶ ورقم حدیث ۲۱۵۴۷ ورقم حدیث ۲۱۵۴۸)

ترجمہ: ''مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھا کرو میری امت کا درود ہر جمعہ کو مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، تم میں سے جس کا درود زیادہ ہوگا میرے نزدیک اس کا مرتبہ بھی زیادہ ہوگا'' (ترجمہ ختم) [۱]

(۳)......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَکْثِرُوْا مِنَ الصَّلاۃِ عَلَیَّ فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ وَلَیْلَۃِ الْجُمُعَۃِ فَمَنْ فَعَلَ ذَالِکَ کُنْتُ لَہٗ شَھِیْدًا وَشَافِعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (جامع صغیر ج ۲ رقم حدیث ۱۴۰۵ بحوالہ بیھقی فی شعب الایمان تصحیح السیوطی حسن)

ترجمہ: جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، جو ایسا کرے گا میں اس کے لئے قیامت کے دن شہادت دوں گا اور شفاعت کروں گا (ترجمہ ختم)

(۴)......حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[۱] جن اہلِ علم حضرات کو حضور ﷺ کے مبارک نام کے ساتھ کثرت سے درود لکھنے یا پڑھنے کی نوبت آتی ہے، اور وہ بار بار قال رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللہ علیہ وسلم ادا کرتے ہیں، (جیسا کہ دینی مدارس کے اساتذہ اور طلبہ، اور احادیث کے جامع وشارحین اور مصنفین خصوصیت کے ساتھ اس حدیث کی فضیلت کے مستحق ہیں (فضائلِ درود صفحہ ۱۶، بتغیر)

Idara Ghufran

اَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ فِي اللَّيْلَةِ الْغَرَّاءِ وَالْيَوْمِ الْاَزْهَرِ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ

(الجامع الصغير ج۲،حديث نمبر ۱۴۰۲،باب حرف الالف، عن البيهقى عن ابى هريرة ، وابن عدى فى الكامل عن انس ،تصحيح السيوطى حسن)

ترجمہ: میرے اوپر روشن رات (جمعہ کی رات) اور روشن دن (جمعہ) میں کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے (ترجمہ ختم)

حضرت عمر رضی اللہ کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے دعا واستغفار کرتا ہوں (القول البدیع)

(۵)......حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيْهِ قُبِضَ، وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ، فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ،فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرَمْتَ؟ يَقُوْلُوْنَ بَلَيْتَ، قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ (ابوداؤد، كتاب الصلاة،باب فضل يوم الجمعة وليلة الجمعة،واللفظ لهٗ.سنن نسائى ،كتاب الجمعة،اكثار الصلاة على النبى ﷺ يوم الجمعة،سنن ابن ماجة عربى صفحه۱۱۸ ،اخير ابواب ماجاء فى الجنائز،باب ذكر وفاته ودفنه ﷺ) [۱]

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے سب دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے، اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اسی دن وفات ہوئی اور اسی دن صور پھونکا جائے گا۔ اسی دن قیامت قائم ہوگی، لہٰذا اس دن کثرت سے مجھ پر درود پڑھا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔ ایک شخص نے معلوم کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارا درود آپ ﷺ پر کس طرح پیش کیا جائے گا، جبکہ آپ کا جسم مبارک (وصال کے بعد) بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کا

---

[۱] ورواه ايضاً ابن حبان فى صحيحه واحمد والحاكم على شرط البخارى ولم يخرجاه كذا فى النيل ج ۳ ص ۲۶۳، قال السيوطى حسن(الجامع الصغير ج۲ رقم حديث ۲۴۸۰)

کھانا حرام کر دیا ہے'' (ترجمہ ختم)

حضرت ملاعلی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کے جملے (فَاِنَّ صَلَا تَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ) کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یَعْنِیْ عَلیٰ وَجْہِ الْمَقْبُوْلِ فِیْہِ وَاِلَّا فَھِیَ دَآئِمًا تُعْرَضُ عَلَیْہِ بِوَاسِطَۃِ الْمَلٰٓئِکَۃِ اِلَّا عِنْدَ رَوْضَتِہٖ فَیَسْمَعُھَا بِحَضْرَتِہٖ (مرقاۃ جلد ۳ صفحہ ۲۳۷، باب الجمعۃ، الفصل الثانی)

ترجمہ: ''مطلب اس کا یہ ہے کہ جمعہ کے دن پڑھا ہوا درود زیادہ مقبول طریقہ پر میرے اوپر پیش کیا جاتا ہے، ورنہ درود شریف تو حضور ﷺ پر ہمیشہ فرشتوں کے واسطے سے پیش کیا ہی جاتا رہتا ہے مگر جو درود آپ ﷺ کے روضۂ مبارک پر پڑھا جاتا ہے، اس کو آپ ﷺ بنفسِ نفیس سماعت فرماتے ہیں'' (ترجمہ ختم)

انبیاء علیہم السلام کا جسم وصال کے بعد بھی سلامت رہتا ہے، اور یہ جسم کا سلامت رہنا اُن انبیاء علیہم السلام کا اعزاز ہے۔ [۱]

(۶)......حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَکْثِرُوْا الصَّلَاۃَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّہٗ مَشْھُوْدٌ تَشْھَدُہُ الْمَلَائِکَۃُ وَاِنَّ اَحَدًا لَنْ یُّصَلِّیَ عَلَیَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَیَّ صَلَاتُہٗ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْھَا. قَالَ. قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ، اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ، فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ (سنن ابن ماجۃ عربی صفحہ ۱۱۸، اخیر ابواب ماجاء فی الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ) (تصحیح السیوطی حسن، الجامع الصغیر ج ۲ رقم حدیث ۱۴۰۳)

ترجمہ: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، اس لئے کہ یہ ''یومِ مشہود'' ہے، اس

---

[۱] أن الانبیاء تکون حیاتھم علی الوجہ الاکمل ویحصل لبعض ورّاثھم من الشھداء والاولیاء والعلماء الحظ الاوفیٰ بحفظ ابدانھم الظاھرۃ بل بالتلذذ بالصلاۃ والقراءۃ ونحوھما فی قبورھم الطاھرۃ الیٰ قیام الساعۃ الآخرۃ وھٰذہ المسائل کلھا ذکرھا السیوطی فی کتاب شرح الصدور فی احوال القبور بالأخبار الصحیحۃ والآثار الصریحۃ قال ابن حجر وما افادہ من ثبوت حیات الانبیاء حیاۃ بھا یتعبدون ویصلون فی قبورھم مع استغنائھم عن الطعام والشراب کالملائکۃ امرٌ لامریَّۃَ فیہ وقد صنف البیھقی جزءاً فی ذالک (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۳ صفحہ ۲۳۸، باب الجمعۃ، الفصل الثانی)

میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اورتم میں سے جو مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ فارغ ہوتے ہی فوراً (بحکمِ الٰہی) مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ کے وصال کے بعد بھی؟ رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ بے شک وصال کے بعد بھی، بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے اوپر انبیاء علیہم السلام کے جسموں کا کھانا حرام کردیا ہے، پس اس لئے اللہ کا نبی (وصال کے بعد بھی خاص طریقہ پر) زندہ ہوتا ہے (اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص قسم کا) رزق دیا جاتا ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: مذکورہ چاروں حدیثوں سے جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن درود شریف کثرت سے پڑھنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔ لہٰذا جمعہ کی صرف رات میں یا صرف دن میں کثرت سے درود شریف پڑھنے سے یہ فضیلت حاصل ہوجائے گی، اور اگر رات اور دن دونوں اوقات میں پڑھا جائے گا، تو اسی کی فضیلت اور زیادہ ہوگی، اور اس صورت میں مذکورہ احادیث پر زیادہ کامل طریقہ پر عمل ہوگا،

(۷)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلصَّلاۃُ عَلَیَّ نُوْرُالصِّرَاطِ فَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ ثَمَانِیْنَ مَرَّۃً غُفِرَتْ لَہٗ ذُنُوْبُ ثَمَانِیْنَ عَامًا (جامع صغیر ج ۴ رقم حدیث ۵۱۹۱ بحوالہ ازدی فی الضعفاء، الدارقطنی فی الافراد تصحیح السیوطی حسن)

ترجمہ: مجھ پر درود پڑھنا پلِ صراط پر روشنی کا ذریعہ ہے، جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر ۸۰ مرتبہ درود پڑھے گا اس کے ۸۰ سال کے (صغیرہ) گناہ معاف کردیئے جائیں گے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث سے جمعہ کے دن اسی مرتبہ درود شریف پڑھنے کی عظیم الشان فضیلت معلوم ہوئی۔

بعض اہلِ علم حضرات نے کچھ آثار ایسے نقل کیے ہیں کہ جن کی رُو سے مذکورہ فضیلت جمعہ کے دن عصر کی نماز پڑھ کر اُسی جگہ بیٹھے بیٹھے درود شریف پڑھنے کے ساتھ مشروط ہے اور درود شریف کے بعض خاص صیغے بھی منقول ہیں (ملاحظہ ہو: فضائلِ درود شریف صفحہ ۳۸)

اور کیونکہ مذکورہ حدیث میں یہ فضیلت جمعہ کے دن بغیر کسی وقت اور بغیر کسی خاص درود کے صیغہ کی قید کے مذکور ہے، تو اس حدیث کے عموم سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جمعہ کے دن کسی بھی وقت اسّی مرتبہ کوئی سا بھی مسنون درود شریف پڑھنے سے انشاء اللہ تعالیٰ یہ فضیلت حاصل ہوجائے گی اور کیونکہ درودِ ابراہیمی سب

سے افضل ہے، اس لیے اُس کو پڑھنے کی فضیلت یقیناً زیادہ ہوگی۔

جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کی ایک بدعت

یاد رہے کہ درود شریف پڑھنے کا کوئی خاص طریقہ یا عقیدہ اپنی طرف سے گھڑ لینا صحیح نہیں۔

آج کل بعض لوگ مساجد میں جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اجتماعی طور پر بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں اور اس کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اس مجلس میں حاضر ہوتے ہیں، اس لئے ہم آپ کے ادب میں کھڑے ہوتے ہیں حالانکہ حضور ﷺ کا اس طرح کسی مجلس میں حاضر سمجھنے کا عقیدہ غلط ہے، شریعت سے ثابت نہیں۔

درود شریف کے لیے ان قیود و تخصیصات کا کوئی ثبوت نہیں، جس کام کے لیے حضورِ اکرم ﷺ نے کوئی خاص کیفیت اور کوئی خاص طریقہ متعین نہ فرمایا ہو اس کے لیے اپنی طرف سے مخصوص طریقے بنا لینا دین میں اختراع اور زیادتی ہے (احسن الفتاویٰ جلد۱ صفحہ ۳۶۵)

Idara Ghufran

بسلسلہ: تاریخی معلومات مولوی طارق محمود

ماہِ جمادی الاخریٰ: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۰۲ھ**: میں حضرت ولید بن عبداللہ بن ابو مغیث حجازی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: محمد بن علی بن ابی طالب (المعروف بابن الحنفیہ) اور یوسف بن ماہک الحنفی رحمہما اللہ، ابراہیم بن یزید، عبیداللہ بن الاقنس، محمد بن عبداللہ بن عبید بن عمیر اللیثی اور معقل بن عبیداللہ الجزری رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (تہذیب الکمال ج ۳۱ ص ۴۰)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۰۲ھ**: میں حضرت عمر بن شبۃ بن عبیدہ بن زید بن رائطہ النمیری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بغداد میں رہتے تھے، اپنے والد شبۃ بن عبیدہ اور عمر بن علی المقدمی، مسعود بن واصل، عبید بن الطفیل، عبدالوھاب الثقفی، حسین الجعفی اور ابوداؤد الطیالسی رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، ابنِ ماجہ، ابوشعیب عبداللہ بن الحسن الحرانی، احمد بن یحییٰ ثعلب النحوی، احمد بن یحییٰ البلاذری، ابنِ ابی الدنیا اور ابونعیم بن عدی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تہذیب التہذیب)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۰۲ھ**: میں حضرت ابوسعید حماد بن مسعدۃ التمیمی البصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، حمید الطّویل، سلیمان التیمی، یزید بن ابی عبید، ہشام بن عروۃ، عبیداللہ بن عمر اور ابنِ ابی ذئب رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام احمد، اسحاق، علی، معلیٰ بن اسد، ابوبکر بن ابی شیبہ، بندار، ابوموسیٰ اور ہارون بن الحمال رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، بصرہ میں وفات ہوئی (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۷)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۰۳ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن بکر بن عثمان البرسانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کو ابوعثمان البصری کہا جاتا تھا، ایمن بن نابل، بسطام بن مسلم، حماد بن سلمہ، حمید بن مہران الکندی اور سعید بن ابی عروبہ رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، امام احمد بن حنبل، ابوالاشعث احمد بن المقدام العجلی، احمد بن منصور الرمادی اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، عبداللہ بن ہارون کے دورِ خلافت میں بصرہ میں وفات ہوئی (تہذیب الکمال ج ۲۴ ص ۵۳۳)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۲۰ھ**: میں حضرت ابوالحسن آدم بن ابی ایاس عبدالرحمٰن بن محمد الخراسانی المروزی العسقلانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اصلاً خراسان کے رہنے والے تھے، اور اس کے بعد بغداد

منتقل ہوگئے تھے، اور بغداد میں ہی علمِ حدیث حاصل کیا، بغداد کے علاوہ آپ نے کوفہ، بصرہ، حجاز، مصر اور شام کے بڑے بڑے اور سر کردہ علماء سے بھی علم حاصل کیا، آخر میں آپ نے عسقلان کے مقام پر رہائش اختیار کرلی، اور یہیں پر آپ کی وفات ہوئی، اسرائیل بن یونس، اسماعیل بن عیاش، حماد بن سلمہ اور شعبہ رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، امام بخاری، احمد بن الازہر، احمد بن عبداللہ العکاری، اسماعیل سمویہ اور ہاشم بن مرثد الطبرانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تھذیب الکمال ج ۲ ص ۳۰۹، طبقات ابنِ سعد ج۷ ص ۴۹۰، طبقات الحفاظ للسیوطی ج ۱ ص ۳۱، سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص ۳۳۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۰۹)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۲۰ھ:** میں حضرت ابوحذیفہ موسیٰ بن مسعود البصری النہدی المؤدب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ایمن بن نابل (جو کہ تابعی ہیں) عکرمۃ بن عمار التابعی، سفیان الثوری اور ابراہیم بن طہمان رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، امام ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ، الذہلی اور عبد بن حمید رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کی عمر ۹۲ سال تھی (سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص ۱۳۹، طبقات ابنِ سعد ج۷ ص ۳۰۴، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۷۱)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۲۲ھ:** میں صاحب الطبقات حضرت ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع البصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے، آپ کی الطبقات الکبریٰ جو "طبقات ابنِ سعد" کے نام سے مشہور ہے فنِ تاریخ وسوانح کا ایک اہم حصہ سمجھی جاتی ہے، بغداد میں ۶۲ سال کی عمر میں وفات ہوئی، اور "باب الشام" کے قبرستان میں دفن ہوئے، سفیان بن عیینۃ، اسماعیل بن علیۃ، ابوضمرۃ انس بن عیاض، محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک، محمد بن عمر الواقدی اور معن بن عیسیٰ القزاز رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، ابوبکر بن ابی الدنیا، حارث بن محمد بن ابی اسامہ، احمد بن عبید، احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری اور حسین بن محمد بن عبدالرحمٰن بن الفہم رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (تھذیب الکمال ج۲۵ ص ۲۵۸، تھذیب التھذیب ج۹ ص ۱۶۱، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۴۲۵، الوافی بالوفیات للصفدی ج ۱ ص ۳۳۵ "سیر اعلام النبلاء میں سنِ وفات ۲۳۰ھ لکھی ہے")

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۲۴ھ:** میں حضرت ابوعمر موسیٰ بن ہارون بن بشیر القیسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ولید بن مسلم، ہشام بن یوسف، محمد بن حرب، بشر بن اسماعیل اور ابنِ وھب رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: محمد بن عبداللہ بن البرقی، محمد بن یحییٰ الذہلی، عبداللہ بن حماد الآملی اور یحییٰ بن عثمان بن صالح رحمہم اللہ، آپ مصر میں رہتے تھے اور مصر ہی میں علمِ حدیث کو پھیلایا، اس کے بعد آپ "فیوم" (مصر کے ایک میدانی

علاقے) تشریف لے گئے اور وہیں آپ کی وفات ہوئی (تہذیب التهذیب ج ۱۰ ص ۳۳۵، تہذیب الکمال ج ۲۹ ص ۱۶۳)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۲۴ھ:** میں حضرت ابوبکر عبداللہ بن محمد بن حمید رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابن ابی الاسود کے نام سے مشہور تھے، ہمدان کے مشہور قاضی عبدالرحمٰن بن مہدی کے بھانجے تھے، امام مالک، ابوعوانہ، جعفر بن سلیمان اور یزید بن زریع رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، امام بخاری، ابوداؤد، ابنِ ابی الدنیا اور یعقوب الفسوی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، ۶۰ سال کی عمر میں انتقال ہوا (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۴۹۳)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۲۵ھ:** میں حضرت ابوبکر الاعین محمد بن ابی عتاب حسن بن طریف البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، روح بن عبادۃ، یزید بن ہارون اور الفریابی رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، امام مسلم، ابنِ ابی الدنیا، بغوی اور سراج رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۵۳)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۲۵ھ:** میں حضرت ابوالعتاہیہ اسماعیل بن قاسم بن سوید بن کیسان العتری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بغداد میں رہتے تھے، بلند پایہ ادیب اور بڑے اونچے درجے کے شاعر تھے، ابوعمر بن عبدالبر نے آپ کے حالات اور اشعار کو جمع کیا ہے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۱۹۷)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۲۵ھ:** میں حضرت ابوعمر حفص بن عمر بن الحارث الازدی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ہشام دستوائی، ابوحرۃ الرقاشی، واصل بن عبدالرحمٰن، شعبہ، ہمام اور یزید بن ابراہیم التستری رحمہم اللہ سے آپ روایت کرتے ہیں، امام بخاری، ابوداؤد، محمد بن عبدالرحیم صاعقہ، احمد بن الفرات، احمد بن داؤد المکی اور اسماعیل القاضی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث روایت کی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۵۵، تہذیب الکمال ج ۷ ص ۳۰۶، طبقات ابنِ سعد ج ۷ ص ۲۹)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۲۹ھ:** میں حضرت خلف بن ہشام بن ثعلب البغدادی المقری البزار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، امام مالک، حماد بن زید، ہشیم، ابوشہاب، ابوعوانہ اور الدراوردی رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، امام مسلم، ابوداؤد، ابن ابی خیثمہ، ابراہیم الحربی، عباس الدوری، عبداللہ بن احمد بن حنبل اور احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی، حضرت یحییٰ بن الفحام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خلف بن ہشام کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا، تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا (تہذیب التهذیب ج ۳ ص ۱۳۵، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۵۸۰، طبقات الحفاظ ج ۷ ص ۳۴۸، تہذیب الکمال ج ۸ ص ۳۰۳)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۳۲ھ:** میں حضرت احمد بن عبداللہ بن ایوب الحنفی رحمہ اللہ کا انتقال

ہوا، اسحاق بن سلیمان الرازی، ابواسامہ حماد بن اسامہ، سفیان بن عیینہ، سلمہ بن سلیمان المروزی اورعبدالعزیز بن ابی رزمہ المروزی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، امام بخاری، احمد بن حفص بن عبداللہ السلمی نیشاپوری، اسحاق بن منصور الکوسج اور حسن بن ایوب نیشاپوری رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (تہذیب الکمال ج ۱ ص ۳۲۵)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۳۲ھ:** میں حضرت ابوبکر جمعہ بن عبداللہ بن زیاد بن شداد السلمی البلخی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: مروان بن معاویہ، اسد بن عمرو البجلی، عمر بن ہارون البلخی اور ہشیم رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: حسین بن سفیان، محمد بن اسحاق بن عثمان السمسار اور حسن بن الطیب رحمہم اللہ (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۹۴)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۳۴ھ:** میں حضرت ابوعامر عبداللہ بن براد بن یوسف بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابواسامہ، عبداللہ بن ادریس، محمد بن فضیل، فضیل بن موفق اور محمد بن القاسم الاسدی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام بخاری، مسلم، ابوزرعہ، موسیٰ بن ہارون، عبدان الاہوزی، محمد بن عبداللہ الحضرمی اور محمد بن عبید بن عتبہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام مسلم رحمہ اللہ آپ سے ۲۷/احادیث روایت کرتے ہیں (تہذیب التہذیب ج۵ ص ۱۳۷، تہذیب الکمال ج ۴ ص ۳۲۸)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۳۶ھ:** میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن محمد الیمامی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابن الرومی کے نام سے مشہور تھے، اور بغداد میں رہتے تھے، عبدالعزیز بن محمد الدراوردی، نضر بن محمد الجرشی، عمر بن یونس الیمامی اور عبدالرزاق رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوحاتم رازی، امام مسلم، ابراہیم بن اسحاق الحربی، احمد بن الحسن، عبدالجبار الصوفی اور احمد بن ابی خیثمہ رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (تہذیب الکمال ج۶ ص ۱۰۶، طبقات الحنابلۃ لابنِ ابی یعلیٰ ج ۱ ص ۷۷)

☐......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۳۶ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن جعفر بن ابی مواتۃ الکلبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ''الفیدی'' کے لقب سے مشہور تھے، وکیع، ابومعاویۃ، محمد بن فضیل، عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی، یزید بن ہارون اور یحییٰ بن یمان رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابواحمد البزار بن حمویہ، یعقوب بن شیبہ اور محمد بن عبداللہ الحضرمی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری، کتاب الھبہ میں آپ سے ایک حدیث روایت کی ہے (تہذیب التہذیب

ج۹ ص ۸۴، تہذیب الکمال ج ۲۴ ص ۵۸۷)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۳۷ھ**: میں حضرت ابو یحییٰ عبدالاعلیٰ بن حماد بن نصر الباہلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ النرسی کے نام سے مشہور تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: امام مالک، وہیب بن خالد، حماد ین، یزید بن زریع، داؤد بن عبدالرحمٰن العطار اور ابنِ ابی الزناد رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: امام مسلم، ابوداؤد، ابوزرعہ، ابوحاتم اور ابوحبیب الیزنی رحمہم اللہ، آپ سے مروی احادیث میں شعب الایمان کے متعلق یہ مشہور حدیث بھی ہے کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''ایمان کے کچھ اوپر ساٹھ (یا ستر) شعبے ہیں، سب سے افضل کلمہ طیبہ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه پڑھنا ہے، اور سب سے ادنیٰ راستے سے تکلیف پہنچانے والی چیز کا ہٹانا ہے، اور حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے'' (تهذيب التهذيب ج٦ ص ٨٦، العبر في خبر من غبر ج ١ ص ٨٠، سير اعلام النبلاء ج ١١ ص ٢٩، تهذيب الكمال ج١٦ ص ٣٥٢، تذكرة الحفاظ ج ٢ ص ٤٦٧)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۳۸ھ**: میں حضرت ابوعلی حسین بن منصور بن جعفر بن عبداللہ بن رزین السلمی نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، سفیان بن عیینہ، وکیع، ابومعاویہ الضریر، اسباط بن احمد اور ابواسامہ رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، امام بخاری، مسلم، احمد بن سلمہ، احمد بن ابی بکر، جعفر بن احمد بن نصر، حسن بن سفیان، ابوالعباس السراج اور محمد بن شاذان رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، آپ فرماتے ہیں:

''بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بظاہر دنیا سے الگ تھلگ نظر آتے ہیں لیکن دل سے دنیا کی محبت میں مبتلا ہوتے ہیں، اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو بظاہر دنیا میں مشغول نظر آتے ہیں لیکن دل سے الگ تھلگ رہتے ہیں'' (سير اعلام النبلاء ج ١١ ص ٣٨٤)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۴۰ھ**: میں حضرت ابومحمد جعفر بن حمید القرشی العبسی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، عبیداللہ بن ایاد بن لقیط، ولید بن ابی ثور، یونس بن ابی یعفور، خدیج بن معاویہ اور حفص بن سلیمان رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، بقی بن مخلد، ابویعلیٰ، حسن، ابوزرعہ رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، امام مسلم رحمہ اللہ نے آپ سے ایک حدیث روایت کی ہے (تهذيب التهذيب ج ٢ ص ٥٧، تهذيب الكمال ج٥ ص ٢١)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۴۲ھ**: میں حضرت ابومحمد مخلد بن مالک بن شیبان القرشی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، اسماعیل بن عیاش، حفص بن میسرۃ الصنعانی اور عطاف بن خالد المخزومی رحمہم اللہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں، ابراہیم بن یوسف الہسنجانی، احمد بن علی الآبار، احمد بن النضر العسکری اور اسحاق بن

سیار رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تھذیب الکمال ج ۲۷ ص ۳۴۳)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۴۳ھ**: میں حضرت ابواحمد مغیرۃ بن عبدالرحمٰن بن عوف بن حبیب بن الریان الاسدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کے والد عبدالرحمٰن بن عوف اور زید بن علی الرقی، محمد بن ربیعہ الکلابی، مسکین بن بکیر، عیسیٰ بن یونس اور اسحاق بن عیسیٰ بن الطباع رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، امام نسائی، ہلال بن العلاء، یعقوب بن سفیان، احمد بن علی الآبار، عیسیٰ بن خشنام المؤذن، ابوعقیل انس بن سلیم اور بقی بن مخلد رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، جمعہ کی رات وفات ہوئی (تھذیب التھذیب ج ۱۰ ص ۲۳۹)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۴۶ھ**: میں حضرت احمد بن عبداللہ بن میمون بن عباس بن الحارث الغطفانی الدمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اصلاً کوفہ کے رہنے والے تھے، ابراہیم بن ایوب الحورانی، احمد بن ثعلبہ العاملی، احمد بن حجر الجزری، احمد بن صاعد اور احمد بن محمد بن حنبل رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، امام ابوداؤد، ابنِ ماجہ، ابوعبدالملک احمد بن ابراہیم بن محمد البسری، ابوالجہم احمد بن حسین بن طلاب المشغرانی اور احمد بن سلیمان الکندی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی ولادت ۱۳۴ھ میں ہوئی، آپ نے ایک مرتبہ اپنے شیخ ابوسلیمان رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے، تو انہوں نے اس طرح سے ان کو وصیت کی:

> ''ہر کام میں نفس کی مخالفت کرو کیونکہ نفس تو ہمیشہ برے کام ہی کا حکم دیتا ہے، اور اپنے آپ کو کسی مسلمان کی تحقیر سے بچاؤ، اور اللہ کی اطاعت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناؤ، اور اخلاص کو اپنا زادِ راہ بناؤ، اور سچ کو اپنی ڈھال بناؤ، اور میری طرف سے اس بات کو قبول کرلو اور اس پر عمل کبھی چھوڑو نہ اور نہ ہی اس سے غافل ہو، جو شخص اپنے اقوال اور افعال میں ہر وقت اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے بندوں میں سے اولیاء کے مقام پر پہنچا دیتے ہیں''

آپ فرماتے ہیں کہ میں اپنے شیخ کے یہ الفاظ ہر وقت اپنے سامنے رکھتا ہوں اور اس کو یاد رکھتا ہوں اور اپنے نفس سے ان کاموں پر عمل کرنے کا مطالبہ کرتا رہتا ہوں (تھذیب الکمال ج ۱ ص ۳۷۴)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۴۸ھ**: میں حضرت ابوالہیثم خالد بن خداش بن عجلان المھلبی البصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ بغداد میں رہتے تھے، امام مالک بن انس، مہدی بن میمون، ابوعوانہ، حماد بن زید اور بکار بن عبدالعزیز بن ابی بکرہ رحمہم اللہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں، امام مسلم، احمد بن ابی خیثمہ، ابوزرعہ، ابوبکر بن ابی الدنیا اور عثمان بن خرزاذ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں (تھذیب الکمال ج ۸ ص ۴۹، سیر اعلام النبلاء للذھبی ج ۱۰ ص ۳۸۹)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۴۹ھ**: میں حضرت ابوشریح خویلد بن عمرو الخزاعی المروزی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، عبدالعزیز الدراوردی، محمد بن مصعب القرفسائی، ابنِ عیینۃ، نضر بن شمیل اورعبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی روادرحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، امام ترمذی، نسائی، موسیٰ بن ہارون اورعبداللہ بن احمد رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کی وفات عراق کے مشہور شہر سامرآء میں ہوئی(تهذيب التهذيب ج٣ص١٤٨)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۴۹ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم بن سعیہ بن ابوزرعۃ المصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ابوالاسودنضر بن عبدالجبار، اسدبن موسیٰ، عمرو بن ابی سلمہ، موسیٰ بن ہارون البردی، یحییٰ بن حسان اورعبداللہ بن عبدالحکم رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کے بیٹے عبیداللہ بن محمد اورامام ابوداؤد، ابوحاتم، معمراورابراہیم بن یوسف الھسنجانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی(تهذيب الكمال ج٢٥ ص٥٠٤، تهذيب التهذيب ج٩ص٢٣٥)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۴۹ھ**: میں حضرت ابراہیم بن یوسف الحضرمی الکندی الصیرفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، ابویحییٰ اسماعیل بن ابراہیم التیمی، حارث بن عمران الجعفری اورحفص بن غیاث رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام نسائی، ابوجعفراحمد بن حمدان التستری، ابوبکر بن عمرو بن عبدالخالق البزار، حسن بن سلامۃ الدھان الکوفی اورعباس بن حمدان الحنفی الاصبہانی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں(تهذيب الكمال ج٢ ص٢٥٦)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۴۹ھ**: میں حضرت ابوبکرخلاد بن اسلم البغدادی الصفارالمروزی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، حنیفہ بن مرزوق، سعید بن خثیم الہلالی، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن ادریس اورعبدالعزیز بن محمد الدراودی رحمہ اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِفہرست ہیں، امام ترمذی، نسائی، ابراہیم بن اسحاق الحربی اور احمد بن محمد بن ابی شیبہ البزاز رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، عراق کے شہر ''سامرآء'' میں آپ کی وفات ہوئی(تهذيب الكمال ج١ ص٣٧٤)

□......**ماہِ جمادی الاخریٰ ۲۵۰ھ**: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن الوضاح بن سعید الکوفی اللؤلؤی الوضاحی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابن سعدالاودی کے نام سے مشہور تھے، حسین بن علی الجعفی، حفص بن غیاث، زیاد بن عبداللہ البکائی، زید بن الحباب اورسلیمان بن عمرورحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، امام ترمذی، احمد بن الحسن بن عبدالجباراورابوبکرعبداللہ بن محمد بن ابی الدنیارحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں(تهذيب الكمال ج١٦ ص٢٦٧)

اصلاحی خطاب مفتی محمد رضوان

اسرائیل اور مسلمانوں کے موجودہ حالات

وہ خطاب جو حضرت مدیر نے مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار، راولپنڈی میں مورخہ ۱ ار رجب ۱۴۲۷ھ بمطابق ۲۸/ جولائی ۲۰۰۶ء بروز جمعہ نماز جمعہ سے قبل اس وقت فرمایا جب اسرائیل کی طرف سے لبنان پر بمباری ہو رہی تھی، اس بیان کو مولانا محمد ناصر صاحب نے محفوظ ونقل فرمایا (ادارہ......)

اَلْحَمْدُلِلّٰه، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَصَفِيُّهٗ وَخَلِيْلُهٗ اَللّٰهُمَّ فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى هٰذَاالنَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَالرَّسُوْلِ السَّيِّدِالسَّنَدِ الْعَظِيْمِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ .

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ .ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ. ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (سورة بقرة آيت نمبر ٦١)

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبى الكريم ونحن علىٰ ذالك من الشاهدين والشاكرين والحمدلِلّٰهِ رب العٰلمين.

معزز حضرات! قرآن مجید کی آیت کا ایک حصہ جو اس وقت تلاوت کیا گیا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ایک ایسی قوم کی حالت بیان فرمائی ہے جو بری عادتیں اور خصلتیں رکھنے میں دنیا میں سب سے زیادہ مشہور ہے اور وہ قوم یہودیوں کی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ اعلان فرما دیا کہ:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ذلت، رُسوائی، مسکنت اور پستی کو مسلط کر دیا گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہو چکے ہیں۔

یہ اس لیے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مُنکر ہو جاتے تھے، اور پیغمبروں کو ناحق قتل کر دیا کرتے تھے اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور حد سے نکل جاتے تھے۔

یہودیوں پر دو عذاب

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہودی قوم کے بارے میں دوقسم کی تنبیہات اور دوقسم کے عذابوں کا تذکرہ فرمایا ہے، ایک دنیا کے عذاب کا اور دوسرے دنیاوآخرت کے مشترک عذاب کا۔

چنانچہ دنیا میں ذلت اور رسوائی کو اور پستی محتاجی کو اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلط فرمادیا، یہ دنیا کے اعتبار سے عذاب ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے بھی مستحق ہوگئے، یہ دنیاوآخرت کے اعتبار سے مشترک عذاب ہے۔

موجودہ یہودیوں کی ترقی پر شبہ

یہ قرآن مجید کا اعلان ہے، مگر آج کے دور میں اس قوم کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف جو بعض حالات ظلم وزیادتی کے پیش آتے ہیں، ان کو دیکھ کر بعض لوگوں کو قرآن مجید کی اس قسم کی آیات میں شک اور شبہ ہونے لگ جاتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ذلت اور عذاب کو اور پستی اور خواری کو مسلط فرمادیا تھا اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ موجودہ حالات یہودیوں کے حق میں ذلت اور رسوائی کے نہیں ہیں بلکہ ان کو تو بڑی عزت حاصل ہے اور بڑا دبدبہ، اور غلبہ حاصل ہے۔

یہودیوں کی حکومت خودمختار نہیں

تو اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ یادرکھنی چاہیے کہ یہودی جہاں بھی ہیں، وہ وہاں دوسروں کے محکوم اور تابع ہیں، یہ تو ذلت ہوئی کہ دوسروں کی نظر میں ذلیل ہوئے، اور مسکنت یہ ہے کہ خود ان کی طبیعت میں پستی اور دنائت ہے، اپنے آپ کو مسکین اور فقیر ظاہر کرتے ہیں اور اپنے مال کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ دنیا کی تمام قوموں میں ذلیل وحقیر ہی سمجھتے جاتے ہیں اور فلسطین میں جو یہودیوں کی موجودہ حکومت ہے، اس کی حیثیت بھی امریکہ وبرطانیہ وغیرہ کی چھاؤنی سے زیادہ نہیں۔

اور سورۂ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو ذلت سے بچنے کی دوصورتیں ان الفاظ میں بیان فرمائی ہیں:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ (سورة آلِ عمران آیت نمبر ۱۱۲)

یعنی ”ان پر ذلت ماردی گئی، جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے؛ مگر ہاں (وہ دو ذریعوں سے

اس ذلت سے نجات پاسکتے ہیں) ایک تو ایسے ذریعے کے سبب جو اللہ کی طرف سے ہے اور ایک ایسے سبب کے ذریعہ جو آدمیوں کی طرف سے ہے؛ اور مستحق ہو گئے اللہ کے غضب کے اور جما دی گئی اُن پر پستی‘‘

بہر حال برطانیہ اور امریکہ وغیرہ کے سہارے اپنے وجود کو قائم رکھنا یہ حبلُ من الناس یعنی لوگوں کے ذریعہ سے ہوا، لہٰذا اُن کی ظاہری شان قرآن مجید کے خلاف نہ ہوئی بلکہ اس کے موافق ہوئی۔

حقیقی عزت وذلت

اور دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے ذلت اور عزت کا جو ظاہری مفہوم سمجھا ہوا ہے، یہ اس کا حقیقی مفہوم نہیں، چنانچہ ایک شخص دوسرے پر اگر ظلم وستم، گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑا کر رہا ہو تو بظاہر تو وہ شان وشوکت اور عزت والا نظر آتا ہے، لیکن حقیقت میں لوگوں کی نظروں میں وہ عزیز اور کریم شخص شمار نہیں ہوتا بلکہ ذلیل اور ظالم شمار ہوتا ہے، انسان کی حقیقی عزت اس میں ہے کہ وہ دوسروں پر زیادتی نہ کرتا ہو، عزیز شخص وہ ہوتا ہے جو دوسروں پر شفقت، نرمی اور حسن سلوک کرتا ہو، اور یہودی قوم کو کسی سے ہمدردی نہیں بلکہ خود پرستی ہے، اس لیے یہ قوم دنیا میں خود پرست، مفاد پرست سمجھی جاتی ہے، اور اس کی یہ خود غرضی اور مفاد پرستی بزدلی کی وجہ سے، بہادری کی وجہ سے نہیں۔

شجاعت اور تکبر، تواضع اور بزدلی میں فرق

اور بزدلی وکم ہمتی اور شجاعت وبہادری دو الگ الگ ایک دوسرے کے مدِّ مقابل خصلتیں ہیں، شجاعت اور بہادری کی اسلام نے تعلیم دی ہے، اور بزدلی اور ڈرپوک ہونے سے منع کیا ہے، اور اس عادت اور خصلت کو اچھا نہیں سمجھا اور اس کے مقابلے میں بہادر ہونے اور شجیع ہونے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔

اس کے بعد سمجھنا چاہیے کہ شجاعت کے مقابلے میں ایک خصلت تکبر کی آتی ہے اور بزدلی کے مقابلے میں ایک خصلت تواضع کی آتی ہے۔ تکبر بری خصلت ہے اور تواضع اچھی خصلت ہے۔

لیکن تواضع اور بزدلی کی صورت تو اوپر سے بظاہر ایک معلوم ہوتی ہے، کہ متواضع شخص جس میں عاجزی ہوتی ہے کسی پر ظلم نہیں کرتا، دوسروں کو برا بھلا نہیں کہتا، دوسروں پر اپنی بڑائی نہیں جتلاتا دوسروں کو اپنے مقابلے میں حقیر اور ذلیل نہیں سمجھتا۔

مگر کیونکہ اس میں نیچے ہونے کی شان اور صورت پائی جاتی ہے، جس طرح سے بزدلی کے اندر بھی دبنے

اور نیچے ہونے کی شان پائی جاتی ہے، اس لیے بعض اوقات انسان کو تواضع اور بزدلی میں اشتباہ پیش آجاتا ہے۔

بسا اوقات دو چیزوں کی حقیقت الگ الگ ہوا کرتی ہے لیکن صورت بظاہر ایک ہوا کرتی ہے۔

دیکھئے جنگلی جانور جسے بن مانس کہا جاتا ہے، اس کے تمام اعضاء قریب قریب انسانی اعضاء کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن وہ جانور ہے انسان نہیں ہے، اسی طرح آج کل سمندر میں بھی بڑی عجیب غریب مخلوقات دریافت ہورہی ہیں اوران میں بھی ایک ایسی مچھلی دریافت ہوئی ہے جس کی شکل وصورت بالکل انسانی جسم کی طرح ہے خاص طور پر عورت کے مشابہ ہے اوراس کا نام بھی کچھ عورت کے نام کے قریب قریب ہی رکھا گیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ جانور ہے، صورت کے مشابہ اور قریب ہوجانے کی وجہ سے وہ انسان نہیں بلکہ آج کل مصنوعی انسان بنانے کے معاملات چلے ہوئے ہیں کہ انسان بنایا جائے جسے (انسانی کلوننگ) کہتے ہیں اس کی کوششیں ہورہی ہیں لیکن خود کافر ہی اس کی مخالفت کررہے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مصنوعی طریقے پر جب انسان کو بنایا جائے گا، اس انسان کی ابتداء رحمِ مادر کے اندر نہیں ہوگی اوراس کو انسانی تربیت حاصل نہیں ہوگی، کیونکہ تربیت کا پہلا مرحلہ رحم ہوتا ہے، رحمت، الفت، محبت، ہمدردی ان سب کی بنیاد رحم سے پڑتی ہے لیکن اس کا آغاز کیونکہ مشین کے اندر ہوگا رحم کے اندر نہیں ہوگا اس لیے وہ لوگ خود ہی اس سے لرزاں اور ترساں ہیں کہ اگر ایسی مخلوق ایک انسانی شکل میں آگئی جس کو انسان کی ہمدردی نہ ہو جس کو انسان کے ساتھ کوئی تعلق رحمت، مودت اور محبت کا نہ ہو وہ تو انسانیت کی ہلاکت کا باعث ہوگا جیسا کہ آج کل بھی بعض ایسے انسان ہیں جن کو تمدنی اور معاشرتی ماحول حاصل نہیں، بعض علاقے ایسے ہیں کہ جہاں لوگ جنگلوں میں رہتے سہتے ہیں، اگر ان کے ہتھے کوئی انسان چڑھ جاتا ہے اس کو بھی اسی طرح پکا کر کھالیتے ہیں جس طرح جانوروں کو پکا کر کھاتے ہیں، تو کافر بھی سمجھتے ہیں کہ اگر اس طرح کا مصنوعی انسان بنادیا گیا بنادیا گیا جس پر آج کل بین الاقوامی جدوجہد جاری ہے تو وہ صورت کا انسان ہوگا حقیقت کا انسان نہیں ہوگا۔

ان حالات میں تو یہی کہا جائے گا ؎

گر بصورت آدمی انسان شدے   احمد و بوجہل یکساں شدے

اگر انسان صورت کی وجہ سے انسان ہوتا تو حضورِ اکرم ﷺ اور ابوجہل میں فرق نہ ہوتا

وگر بقوت آدمی انسان بودے   گاؤ بہتر از انسان بودے

اگر طاقت کے بل بوتے پر انسان انسان ہوتا تو گھوڑے، گدے انسان سے بہتر ہوتے کیونکہ ان میں انسان سے زیادہ طاقت پائی جاتی ہے۔

یہ فارسی دراصل ہماری ایک روایتی زبان تھی، اور اردو کو اس سے خاصی مناسبت تھی، اب تو فارسی کا رواج تقریباً ختم ہو گیا اور اب فارسی کی کچھ کتابیں بھی اگر لائی جائیں تو شاید ہی کسی کو سمجھ آئیں، فارسی اتنی اجنبی ہوگئی ہے کہ اگر کوئی شعر بھی پڑھے تو یہ نہیں سمجھ آئے گا کہ یہ صاحب قرآن مجید پڑھ رہے ہیں یا کا کوئی شعر پڑھ رہے ہیں۔

تواضع کی صورت نیچے جھکنا ہے لیکن حقیقت اوپر جانا ہے اور ذلت اور بزدلی کی حقیقت نیچے جانا ہے جس طرح صورت بھی نیچے جانا ہے اور تکبر کی بظاہر صورت تو اوپر جانا ہے لیکن حقیقت نیچے جانا ہے کہ متکبر اپنے آپ کو اونچا سمجھتا ہے لیکن حقیقت میں وہ نیچا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی نظروں میں بھی نیچا ہوتا ہے اور انسان کی نظروں میں بھی نیچا ہوتا ہے، اسی لیے تو متکبر کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا، متکبر اپنے آپ کو تو پسند کرتا ہے لیکن متکبر کو دوسرا کوئی پسند نہیں کرتا، اسی وجہ سے اگر کوئی تواضع اختیار کرتا ہے، عاجزی اختیار کرتا ہے تو اس کی تعریف کی جاتی ہے اور اگر کوئی ظالم وجابر اور متکبر ہوتا ہے تو بظاہر اس کے سامنے کوئی زبان درازی نہ کرے لیکن پیچھے سے اس کی تعریف ہی کرتے ہیں کہ جناب بڑا متحمل آدمی ہے بردبار آدمی ہے تو یہ اچھائی کے ساتھ تذکرہ ہوتا ہے اس کے برخلاف متبر کے لئے کہا جاتا ہے کہ بڑا متکبر آدمی ہے، بڑا ظالم ہے تو دونوں کا تذکرہ ہوا لیکن دونوں کے تذکروں میں فرق ہے کہ اس کا تذکرہ تعریف کے طور پر ہے اور دوسرے کا تذکرہ برائی کے طور پر ہے۔

تو یہودیوں کے بارے میں جو فرمایا کہ ان پر ذلت اور رسوائی طاری کردی گئی وہ ذلت اور رسوائی حقیقت کے اعتبار سے ہے، ظاہر اور صورت کے اعتبار سے نہیں ہے حقیقت میں یہ قوم ذلت اور رسوائی اور بزدلی کے ساتھ رہے گی، حقیقت میں اس کو عزت اور اکرام اور اعزاز نہیں مل سکتا۔

تواضع اور بزدلی میں اشتباہ

بعض لوگ تواضع کی اچھی خصلت کی حقیقت کو پوری طرح نہ سمجھنے کی وجہ سے تواضع کے عنوان سے بزدلی کی بری خصلت میں مبتلا ہوجاتے ہیں، خاص طور پر وہ لوگ جو اپنے آپ کو صوفی سمجھتے ہیں وہ تواضع کے غلط

مفہوم کو لے کر اتنا غلو کرتے ہیں کہ ان کے مقابلے میں اگر کافر آجائیں یا جہاد کا اعلان ہو جائے یا جہاد کا مسئلہ آجائے تو اس میں بھی تاویلات کرنا شروع کر دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ تواضع کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ کسی کو مارا جائے، کسی کا مقابلہ کیا جائے حالانکہ یہ تواضع کی حقیقت کو پوری طرح نہ سمجھنا ہے، یہ تواضع کے مفہوم میں غلو یا تواضع کا ہیضہ ہے، جو ہیضہ کا مرض ہوتا ہے، یہ کم کھانے کی وجہ سے یا کھانا چھوڑنے کی وجہ سے نہیں ہوا کرتا بلکہ کھانا زیادہ کھانے اور بے جا کھانے کی وجہ سے ہوا کرتا ہے حالانکہ کھانا انسان کی ایک ضرورت ہے لیکن اس کھانا کھانے میں کوئی اعتدال پر قائم نہ رہے اور اس میں غلو پیدا ہو جائے تو وہی کھانا جو انسان کی ضرورت ہے، ہیضہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور انسان کی صحت کے بجائے اس کی بیماری کا باعث بن جاتا ہے۔

اسی طریقے سے ہر چیز میں اعتدال اور غلو کا درجہ ہے، کسی بھی چیز کو اس کے درجے سے بڑھا دینا یا اس میں کوئی خرابی شامل کر دینا یہ اُس کو اعتدال بلکہ اُس کی حقیقت سے نکال دیتا ہے، جیسے نماز پڑھنا ایک عبادت ہے لیکن اس عبادت کے صحیح ہونے اور اعتدال پر قائم رہنے کی کچھ شرائط مقرر کی گئی ہیں، اگر ان شرائط کا لحاظ نہ کیا جائے تو یہ عبادت نہیں رہتی، جیسے کوئی بے وضو یا غلط وقت پر نماز پڑھے تو ایسی صورت میں یہ عبادت نہیں رہتی حالانکہ شکل اس کی عبادت کی ہی ہے، اس میں اتنے ہی رکوع، اتنے ہی سجدے ہیں اور قیام وقعدہ بھی ہے سلام بھی ہے اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور حمد وثنا بھی ہے، یہ تمام کیفیات اس میں ملحوظ ہیں لیکن اس کے باوجود وہ عبادت نہیں اس لیے کہ اس کے عبادت ہونے اور اعتدال پر قائم رہنے کی شرائط کی خلاف ورزی ہوئی۔

تقوے کا ہیضہ

اسی طرح تقوے کی بھی ایک حقیقت ہے جو اعتدال سے ہی حاصل ہو سکتی ہے، اس میں غلو ہو جانے اور اعتدال قائم نہ رہنے سے یہ تقوے کی حقیقت سے نکل جاتا ہے، مثلاً ایک شخص تقوے کے نام پر ہر چیز میں پاکی ناپاکی کا شبہ کرنے لگے، کسی سے مصافحہ بھی نہ کرے، بیوی کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا بھی استعمال نہ کرے کہ روزمرہ بیت الخلاء جاتی ہے اور ہاتھوں پر غلاظت اور گندگی بھی لگتی ہے تو ممکن ہے کہ ہاتھوں کو صاف نہ کیا ہو۔

تو بظاہر اس میں تقوے اور احتیاط کا پہلو نظر آتا ہے کہ یہ شخص تو بڑا متقی ہے، بہت احتیاط کرتا ہے کسی سے

مصافحہ بھی نہیں کرتا، کسی کے دھوئے ہوئے کپڑے بھی نہیں پہنتا کہ شاید صحیح پاک نہ کیے ہوں، بازار کی کوئی چیز بھی استعمال نہیں کرتا کہ ہوسکتا ہے کہ اس میں کوئی نجاست اور غلاظت ملی ہوئی ہو۔

لیکن حقیقت میں یہ تقویٰ اور احتیاط نہیں بلکہ یہ وہم اور وسوسہ کی بیماری ہے جس کی شریعت حوصلہ افزائی نہیں کرتی، خود حضورِ اکرم ﷺ نے ان چیزوں کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔

بنی اسرائیل میں یہ معمول تھا کہ جب عورت کو مخصوص ایام آیا کرتے تھے، جسے حیض کا زمانہ کہتے ہیں۔

آج کل تو مسلمانوں کو اسلامی نام بھی نہیں معلوم، ان کے بجائے اگر انگریزی الفاظ بولے جائیں تو جلدی سمجھ میں آتے ہیں چنانچہ حیض کا نام نہیں سمجھ میں آتا، بلکہ مینسز کے لفظ سے جلدی سمجھ آجاتا ہے حالانکہ قرآن وحدیث میں کہیں بھی یہ لفظ استعمال نہیں ہوالیکن کیونکہ ہمارا قرآن وحدیث سے تعلق کمزور پڑ گیا اور اس کے مقابلے میں کافروں اور فاسقوں سے تعلق مضبوط ہوگیا اس لیے وہ جو زبان بولتے ہیں وہ سمجھ میں آتی ہے لیکن قرآن وحدیث کی زبان سمجھ میں نہیں آتی۔

بنی اسرائیل اور عیسائیوں کی پاکی ناپاکی میں افراط وتفریط

بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کے اندر اتنا غلو تھا کہ وہ عورت کے مخصوص ایام کے زمانے میں عورت کا اوڑھنا، بچھونا اور اس کے رہن سہن کا مقام بالکل الگ کر دیا کرتے تھے، اس کو چھونے، اس کے ساتھ کھانے پینے اور اس کو ہاتھ لگانے کو ممنوع سمجھتے تھے، ان کے یہاں ایسی عورت کا جھوٹا نہیں کھایا جاسکتا تھا، اس کا ہاتھ کا بنایا ہوا کھانا نہیں کھایا جاسکتا تھا، بالکل اس کو الگ تھلگ ڈال دیا جاتا تھا اور اس کو چھوت کی ایک بیماری سے بھی زیادہ خطرناک بیماری تصور کیا جاتا تھا، غرضیکہ ان کے یہاں احتیاط کے رنگ میں غلو تھا جیسے وسوسے اور وہم کے مریض کو غلو ہو جاتا ہے، یہ تو حدود سے آگے بڑھ گئے تھے۔

اور عیسائیوں کا معاملہ دوسرے رنگ میں تھا ان کے یہاں کوئی حد بندی نہیں تھی، ان کے یہاں سارے وہ معاملات ہوتے تھے جو پاکی کے زمانے میں ہوتے ہیں چنانچہ اس میں صحبت کرنا اور سارے معاملات کرنا بالکل جائز ہوتا تھا، گویا کہ اُن کے یہاں پاکی اور ناپاکی کے درمیان کوئی حد فاصل ہی نہیں تھا۔

اسلام کی معتدل تعلیم

لیکن شریعتِ مطہرہ نے حقیقت کو وہم، وسوسے اور غلو سے الگ کر دیا اور حد بندی قائم کر دی، چنانچہ نہ یہ کیا کہ بالکل آزاد کر دیا، کوئی حد قائم نہیں کی، گدھے گھوڑے برابر کر دیے، اور یہ بھی نہیں کیا کہ جائز

تعلقات پر بھی پابندی لگادی بلکہ شریعت نے ایک حد اعتدال والی مقرر کر دی ہے۔

چنانچہ وہ حد یہ ہے:

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ. قُلْ هُوَ اَذًی فَاعْتَزِ لُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ (سورۃ بقرۃ آیت ۲۲۲)

کہ یہ حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ یہ حیض کیا چیز ہے؟ تو فرما دیجئے کہ حیض ایک نجاست، غلاظت اور گندی چیز ہے

لیکن کونسی چیز گندی ہے؟ وہ حیض ہے لیکن خود وہ عورت گندی نہیں ہے۔ وہ خون گندا ہے جو برآمد ہو رہا ہے، اس عورت کو گندا نہیں کہا گیا بلکہ حیض کو گندا کہا گیا ہے۔

تو حیض کے زمانے میں تم عورت سے مخصوص تعلقات میں الگ رہو، یہ نہیں فرمایا گیا کہ اس حالت میں عورت کو الگ ڈال دو، بلکہ یہ فرمایا گیا کہ خاص تعلقات سے الگ رہو۔

اسی وجہ سے آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اُن کے ایامِ حیض کے زمانے میں مخصوص تعلقات کے علاوہ تمام انسانی ومعاشرتی تعلقات بحال رکھے۔

نکاح کا مقصد

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہم لوگ ازدواجیت کا مقصد صرف ایک ہی سمجھتے ہیں، حالانکہ اس کا مقصد صرف وہی نہیں جس کو ہم نے اپنے دل و دماغ میں بٹھایا ہوا ہے، بے شک وہ بھی ہے لیکن صرف وہی نہیں ہے، وہ بھی اور وہی کا فرق ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ

وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً. اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (سورۃ روم آیت نمبر ۲۱)

مطلب یہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے فائدے کے واسطے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں؛ اور وہ فائدہ یہ ہے کہ تاکہ تم کو اُن کے پاس سکون ملے“

معلوم ہوا کہ مرد و عورت کی ازدواجی زندگی کا اہم مقصد دلی سکون کا حاصل کرنا ہے۔

Idara Ghufran

اور نکاح کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ نظروں کی حفاظت ہو، گناہوں سے حفاظت ہو، چنانچہ اگر کوئی شخص نکاح کے بعد وہ والا مقصد جو ہمارے ذہن میں ہے، حاصل کر رہا ہے لیکن نظر پاک نہیں ہے، گناہوں سے بچا ہوا نہیں ہے تو وہ آخرت میں مؤاخذہ کا مستحق ہے، اس کی پکڑ ہوگی، لیکن اگر وہ اس گناہ سے بچ گیا تو آخرت کے مؤاخذہ اور آخرت کی پکڑ سے بچ گیا، اور آخرت کے عذاب سے بچ جانا یہ اہم اور بڑا مقصد ہے۔

حیض کے بارے میں اسلام کی معتدل تعلیم

بہرحال حضور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایامِ حیض کے زمانے میں کھانا تناول فرمایا کرتے تھے، اور ساتھ ہی نوش فرمایا کرتے تھے، اور حضور ﷺ اس انداز میں نوش یا تناول نہیں فرمایا کرتے تھے کہ برتن الگ الگ ہو، بلکہ جس برتن سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نوش یا تناول فرماتی تھیں، اس میں سے حضور ﷺ بھی نوش یا تناول فرماتے تھے، یہ نہیں کہ جتنے افراد ہیں اتنے ہی برتن ہیں۔

اور پھر صرف اس برتن سے ہی نہیں بلکہ جس جگہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا منہ مبارک اور لب مبارک لگایا ہوتا تھا، خاص اسی جگہ سے ایام مخصوصہ کے زمانے میں حضور ﷺ اہتمام کے ساتھ نوش فرمایا کرتے تھے۔ دوسرے زمانے میں اس کے اہتمام کی اگرچہ ضرورت نہ سمجھتے ہوں۔

جس جگہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے لقمہ لگایا ہوتا تھا، اسی جگہ سے آپ ﷺ بھی لقمہ لگا کر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔

یہاں تک کہ بستر بھی ایک ہوتا تھا، کھانا پینا بھی ایک ساتھ اور لیٹنا بھی ایک ساتھ، لیکن خاص وہ تعلقات خصوصی درجے کے نہیں ہوتے تھے۔

بہرحال آپ ﷺ نے اپنے قول وفعل سے ایامِ حیض کے زمانے کی ناپاکی کے بارے میں معتدل تعلیم فرمادی۔

کھانا اکھٹے کھانا باعثِ برکت ہے

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانا اکھٹے کھانا چاہیے، حدیث میں آیا ہے کہ برتن میں جتنے ہاتھ ہوں گے اتنی برکت ہوگی، تو یہ تو تب ہوگا جب برتن ایک ہوگا اور کھانے والے زیادہ ہوں گے۔

اب کھانے کا یہ طریقہ تو رائج نہیں، بلکہ بعض گھرانوں میں تو یہ طریقہ رائج ہے کہ گھر کے ایک فرد نے ہانڈی

سے اپنا سالن نکالا، روٹی لی اور ایک کونے میں جا کر کھانے لگا، دوسرے فرد نے بھی اپنا سالن نکالا، روٹی لی اور الگ کونے میں جا کر کھانے لگا۔

اس لیے اب خیر و برکت نہیں رہی، اور اگر کہیں ایک دسترخوان پر کھانے کا کچھ رواج بھی ہے تو ایک برتن میں کھانے کا رواج نہیں ہے، البتہ کچھ علاقوں میں اس کا ابھی بھی کچھ رواج ہے جو آہستہ آہستہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔

خیر و برکت کا مفہوم

لیکن یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ خیر و برکت کا مفہوم صرف یہ نہیں ہے کہ کھانا کم نہ ہو زیادہ ہو، خیر و برکت کا یہ مفہوم چھوٹا ہے، خیر و برکت کا بڑا مفہوم یہ ہے کہ جو کھانا کھایا جا رہا ہے وہ تقوے اور نورانیت کا باعث ہو، انسان کی صحت اور تندرستی کا باعث ہو، دنیا اور آخرت کے لحاظ سے عافیت کا باعث ہو، یہ اصل مفہوم ہے اور ظاہری زیادتی کا ہونا بھی اس کا ایک حصہ ہے۔

کمینوں اور رذیلوں کی عزت قربِ قیامت کی نشانی

اور یہودیوں کی ظاہری و مصنوعی عزت وشان وشوکت کے حوالے سے ایک بات یہ ہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے قریب رذیل اور کمینے لوگ بظاہر عزیز سمجھے جائیں گے، اور وہ بڑے عہدوں پر ہوں گے۔

چنانچہ آج کل ہمارے یہاں سیاست کے اندر گندے ترین لوگ آتے ہیں، حالانکہ یہ عہدہ شرافت اور عزت والا تھا، وجاہت اور کرامت والا تھا لیکن قیامت کے قریب ہونے کی وجہ سے ذلیل لوگ اوپر آتے ہیں۔

مسلمانوں کی پستی کی حقیقی وجہ

اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ خرابی مسلمانوں کے اندر پیدا ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کا اعلان وہی ہے۔

مثال کے طور پر اگر ایک چھوٹا پہلوان ہو اور ایک بڑا پہلوان ہو، چھوٹے پہلوان کی طاقت وہیں رہے اور بیماری کی وجہ سے کمزور ہوتے ہوتے بڑے پہلوان کی طاقت چھوٹے پہلوان سے کمزور ہو جائے تو ایسی صورت میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ چھوٹے پہلوان کی طاقت میں اضافہ ہو گیا، اس کی طاقت بڑھ گئی

ہے،نہیں اس کی طاقت اتنی ہی ہے جتنی پہلے تھی ، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ بڑے پہلوان کی طاقت کمزور ہوگئی ہے۔

تو آج کیونکہ مسلمانوں کی سب سے پہلے تو روحانی طاقت کمزور ہوئی اوراسی کے ساتھ ساتھ مادّی اور جسمانی طاقت بھی کمزور ہوگئی۔

ایک چیز کے کسی وجہ سے ایک سے زیادہ اسباب ہو سکتے ہیں ،ایک سبب بڑا ہوسکتا ہے اور ایک چھوٹا ،ایک خفیہ اور پوشیدہ ہوسکتا ہے اور دوسرا نظر آنے والا ،ایک وہ ہوسکتا ہے جس کی صورت نظر آ رہی ہو اور دوسرا وہ جس کی حقیقت نظر نہ آ رہی ہو، جیسے مثال کے طور پر کوئی پھوڑا یا دُنبل نکل جا تا ہے ،اس کا اظہار تو ہوا جلد اورکھال پر ،لیکن حقیقت میں بگاڑ جلد میں نہیں پیدا ہوا بلکہ خون میں پیدا ہوا ہے ،خون میں حدت اور گرمی یا اورکوئی بگاڑ یا فساد پیدا ہوگیا جس کے نتیجے میں وہ خِلط جو اندر کی تھی اس نے فساد کی شکل اختیار کر لی ،اوروہ خون یا بلغم یا صفراء ، یا سوداء جو جسم کی ضرورت تھا اس نے پَس کی شکل اختیار کر لی اور اُس کا مزاج بگڑ گیا ،تو بظاہر تو جلد پر اس کا اثر نظر آ رہا ہے لیکن حقیقت میں خلط کے اندر بگاڑ اور فساد پیدا ہوگیا ہے ،جب تک اس خِلط کے فساد کو جو اندر ہے ، دورنہیں کیا جائے گا اس وقت تک بظاہر اوپر سے کتنی ہی لیپ پوت کر لی جائے ،اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہاں سے دباؤ گے تو وہ کہیں اورنکل آئے گا ،کہیں نہ کہیں سے تو نکلے گا۔

تو اسی طرح آج مسلمان جو اتنے کمزور نظر آ رہے ہیں ،اوراس قوم کے مقابلے میں جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ذلت اور رسوائی کا اعلان فرمادیا گیا ، پست ، کمزور اور ذلیل وخوار نظر آ رہے ہیں تو اس کی ایک حقیقی وجہ ہماری بداعمالیاں ہیں جس وجہ کو ہم میں سے کوئی نہ ماننے کے لئے تیار ہے ، نہ سننے کے لئے تیار ہے ، نہ اخبار میں چھاپنے کے لئے تیار ہے ، نہ تبصرہ کرنے کے لئے تیار ہے ، نہ اپنی مجلس کا حصہ بنانے کے لئے تیار ہے۔

اور وہی حقیقی وجہ ہے۔ اورہم میں سے ہرایک جو تبصرہ کررہا ہے وہ اس کے ظاہر پر تو کررہا ہے جیسے میں نے کہا کہ پھوڑے پر تبصرہ ہوتا رہا ،اس کے اوپر سے لیپ پوت ہوتی رہے لیکن جو خون کے اندر بگاڑ اور فساد آ گیا ہے اس کا علاج نہ کیا جائے تو وہ مزاج کا بگاڑ کسی نہ کسی شکل میں پھوٹ پڑتا ہے ،کبھی اِدھر پھوٹے گا کبھی اُدھر پھوٹے گا ،کبھی فلسطین کی شکل میں پھوٹے گا ،کبھی لبنان کی شکل میں کبھی پاکستان کی شکل میں

اور کبھی عراق کی شکل میں، یہ اس طرح سے ختم نہیں ہوگا۔

جب تک کہ اندر کا مادّہ جو فاسد ہو گیا ہے وہ تبدیل نہ ہو اس کی اصلاح نہ ہو، اس وقت تک کہ اوپر اوپر سے لیپ پوت کرنے سے کوئی بھی فائدہ نہیں ہے اس نے کبھی ادھر نکلنا ہے کبھی ادھر نکلنا ہے۔ اندر کا مادّۂ فاسدہ کیا ہے؟ جس کی طرف آج ہماری توجہ نہیں ہے، اور ہم اس پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں اپنی خبروں اور تبصروں کا حصہ بنانے کے لئے تیار نہیں جس کے برخلاف جو ظاہری سبب ہے، جو نظر آنے والا سبب ہے اور حقیقت میں اس کے علاج کرنے سے سبب دور نہیں ہوگا علامت اور نشانی دور ہو جائے گی لیکن سبب حقیقی معنیٰ میں دور نہیں ہوگا وہ سبب یہ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بالکل ہی واضح انداز میں قرآن مجید میں ارشاد فرمادیا:

وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ (سورہ الشوریٰ ۳۰)

کہ جو بھی کچھ تمہیں اس قسم کی ذلتیں اور رسوائیاں اور پستیاں اور مصیبتیں پہنچتی ہیں

فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ

تو وہ تمہارے ہاتھوں کے کرتوت ہوتے ہیں

مسلمانوں میں بداعمالیاں ہیں، جن کی وجہ سے آج مسلمانوں کو دنیا ہی میں اللہ تبارک وتعالیٰ طرح طرح کے عذاب دکھلا رہے ہیں، رسوائیاں ظاہر فرما رہے ہیں لیکن ہم لوگ اپنی حالت تبدیل کرنے کے لئے تیار نہیں، اس فاسد مادے کو جو کہ گناہوں کی وجہ سے، بداعمالیوں کی وجہ سے ہماری روحوں کا مادّہ فاسد ہو چکا ہے اس فاسد مادے کو تبدیل کرنے کے لئے تیار نہیں اور اوپر سے جو پھوڑے، پھنسیاں نکلتے ہیں، کھال کے اوپر مرہم لگاتے ہیں اور سارے علاج معالجے کرتے ہیں، پٹیاں بھی باندھتے ہیں، ساری تدابیر بروئے کار لاتے ہیں لیکن وہ مادّۂ فاسد وہاں سے دب جاتا ہے، کسی اور جگہ پھوٹ پڑتا ہے پھر وہاں سے دبتا ہے تو کسی اور جگہ سے نکل پڑتا ہے۔

یاد رکھئے کہ جس طرح خون فاسد ہونے کی وجہ سے پھوڑے نکل آنے میں جلد کا قصور نہیں ہوتا، اسی طرح دنیا میں کسی خاص جگہ کا کوئی قصور نہیں ہے کہ آج فلسطین پر ہو رہا ہے یا لبنان پر ہو رہا ہے یا عراق پر ہو رہا ہے بلکہ اصل بنیاد تو فاسد مادّے کا ہونا ہوتا ہے اور یہ فاسد مادّہ جس طریقے سے دوسرے ملک میں

پایا جا رہا ہے ہمارے ملک میں بھی پایا جا رہا ہے، یہاں بھی گناہوں کی کوئی کمی نہیں، بداعمالیوں کی کوئی کمی نہیں، کسی بھی ملک میں کمی نہیں۔

یہ ممکن ہے کہ فاسد مادّے کی وجہ سے اس کا اظہار کسی جسم کے اچھے اور خوبصورت حصے پر ہو جائے مثلاً خون میں بگاڑ ہوا ہے اور خوبصورت چہرے کے اوپر پھوڑا پھنسی نکل آئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی گندی جگہ نکل آئے، سُرین پر نکل آئے، مقعد پر نکل آئے، شرمگاہ پر نکل آئے، ہونٹ یا چہرے پر نکل آئے۔

آج ہمارے گھروں کے اندر فحاشی کے سیلاب آ رہے ہیں، بے حیائی اور فحاشی عام ہے تو ظاہر ہے کہ فاسد مادّہ جس طریقے سے وہاں پایا جا رہا ہے روحانی اعتبار سے تو اس طریقے سے یہاں بھی پایا جا رہا ہے، اُس وقت تک کہ ان فساد اور مصائب اور آلام کا سدِّ باب ہونا کم از کم قرآن اور حدیث کی رو سے اور جس کا قرآن اور حدیث پر ایمان ہے اس کے لحاظ سے مشکل ہے، جب تک کہ ہم اصل اس سبب کا علاج نہ کریں جس کی نشاندہی قرآن نے واضح الفاظ میں فرمائی:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (الشوریٰ ۳۰)

بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ ، بداعمالیاں اتنی زیادہ ہیں کہ اگر ان کی وجہ سے اُس فاسد مادّے کی وجہ سے یہ دُنبل اور یہ پھوڑے پھنسی نکلنے شروع ہوں تو جسم کا کوئی بھی حصہ باقی نہ رہے جہاں پر اظہار نہ ہو جائے، لیکن ''وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ'' بہت سارے گناہوں کو تو اللہ تعالیٰ ویسے ہی معاف اور درگزر فرما دیتے ہیں لیکن بداعمالیوں کا مادّۂ فاسد بہت زیادہ ہے۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ آج مسلمانوں کو ان مصائب، آلام، آفتوں اور ذلتوں سے سبق اور عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور جو اس کا اصل روحانی سبب ہے، چودہ سو سال سے آج تک بیان ہو رہا ہے اور قرآن مجید میں واضح طور پر آیا ہے ہمیں اس اصل اور حقیقی اور چھپے ہوئے اور دائمی سبب کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے آپ کو آج کل کے مروجہ ان فضول تدابیر اور رسمی چیزوں میں اُلجھنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔

و آخر دعوانا ان الحمدللّٰہِ رب العلمین

مقالات ومضامین ابوریحان

گستاخِ رسول کو سر کا خطاب کیوں ملا؟

گزشتہ دنوں ملعونِ زمانہ، گستاخِ رسول، سلمان رشدی (مرتد) کو برطانوی حکومت کی طرف سے ''سر'' کا خطاب دیا گیا، جس کے نتیجہ میں اسلامی دنیا میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی، برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ملعونِ زمانہ سلمان رشدی کو دیا گیا ''سر'' کا خطاب واپس لے، لیکن تاحال برطانوی حکومت نے اپنا دیا ہوا خطاب واپس نہیں لیا۔

دنیا بھر کے مسلمان اس پر سراپا احتجاج ہیں، لیکن حسبِ سابق ان احتجاجوں کا کوئی اثر برطانوی حکمرانوں پر ظاہر نہیں ہورہا، برطانوی حکومت کی طرف سے ملعونِ زمانہ سلمان رشدی کو ''سر'' کا خطاب دیا جانا، کوئی قابلِ تعجب بات نہیں، کیونکہ مرتد اصلی کافروں سے زیادہ سخت اور بڑا کافر ہے، اور مرتد سے بھی زیادہ سخت زندیق ہے، تو سلمان رشدی گستاخیوں کی وجہ سے مرتد یا زندیق ہے، اور مرتد وزندیق کا اصلی کافروں سے بڑا کافر ہونا ثابت ہے۔

اس لئے اصلی کافروں کی طرف سے ملعون سلمان رشدی کو ''سر'' کا خطاب ملنے ہی کی امید کی جاسکتی تھی، نہ کہ ''پَیَر'' کا خطاب ملنے کی، وہ الگ بات ہے کہ برطانوی حکومت کا اس طرح خطاب دینا تہذیب واخلاق کی حدود سے تجاوز ہے۔

سلمان رشدی جس نے کئی سال پہلے حضورﷺ کی شان میں گستاخی کی اور اس کے خلاف پوری دنیا میں مسلمانوں کی طرف سے احتجاج ہوئے، اور رشدی کے مرتد اور واجب القتل ہونے کے فتوے جاری ہوئے، مستقل کتابچے اس موضوع پر تصنیف کئے گئے، لیکن برطانوی حکومت نے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے مطالبات کے باوجود سلمان رشدی کو مسلمانوں کے حوالہ کرنے سے انکار کیا بلکہ اسی کے ساتھ اسے اپنے ملک میں پناہ بھی دیئے رکھی، اور سال ہا سال تک نہ جانے کس قسم کی مراعات سے نوازے رکھا، یہ سب کچھ برطانوی حکومت کی طرف سے عملاً ''سر'' کا ہی خطاب تھا، جس کا صرف زبان سے اظہار اب ہوگیا ہے۔

یورپی حکمرانوں کی طرف سے اس قسم کے دلخراش اقدامات وقتاً فوقتاً سامنے آتے رہتے ہیں، اور ایک منظّم

سازش کا حصہ ہیں، جن کا ایک مقصود یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو اقدامی وتعمیری کاموں کی طرف متوجہ ہونے سے باز رکھنے کے لئے ان صلاحیتوں کو اس طرح کے دفاعی کاموں، وقتی ہنگاموں اور زبانی جمع خرچ پر استعمال کرایا جائے۔

چنانچہ ہوتا یہی ہے کہ چند دن بعد اس قسم کا کوئی نہ کوئی شوشہ چھیڑ دیا جاتا ہے، مسلمان احتجاج کرتے ہیں، ہڑتالیں کرتے ہیں، تحریر وتقریر کے ذریعہ سے جانی ومالی صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہیں، جب تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں اور کچھ سکون کا سانس لیتے ہیں تو دنیائے کفر پھر کوئی نیا شوشہ چھیڑ کر ان کے جذبات کو برانگیختہ کرتی ہے، اور پھر مسلمان اندھے جوش وجذبے میں جس طرح کے خلافِ شرع وخلافِ عقل اقدامات کرتے ہیں اس سے ساری دنیا میں ان کی جگ ہنسائی ہوتی ہے، صورتِ حال کی اس اصل حقیقت سے مسلمانوں کو آگاہ ہونا ضروری ہے۔

احتجاج وجلوس، ہڑتال وغیرہ جیسی سال ہا سال اور برس ہا برس کی آزمائی ہوئی تدابیر کے بجائے اصل تدابیر کو اختیار کرنا چاہئے، سلمان رشدی جیسے مرتد ملعون مسلمان معاشرے سے ہی جنم لیتے ہیں، آج ہمارے معاشرے میں زبان پر رام رام اور بغل میں چھری لئے ہوئے مرتد پل اور بڑھ رہے ہیں۔

رات دن ذرائع ابلاغ اور میڈیا پر اسلامی احکام کے خلاف ایک مخصوص طبقہ زبان درازی کرتا رہتا ہے، کبھی پردہ کو عورتوں پر ظلم قرار دیتا ہے، کبھی جہاد کو دہشت گردی کا نام دیتا ہے، کبھی اسلامی حدود کو ظالمانہ اور وحشیانہ سزائیں کہتا ہے، کبھی مسنون داڑھی کو دقیانوسیت سے تعبیر کرتا ہے، کبھی احادیث کے غیر محفوظ اور ناقابلِ حجت ہونے پر سارا زور لگا دیتا ہے، کبھی سود کو کمرشل انٹرسٹ اور جائز ذریعۂ آمدنی قرار دیتا ہے، کبھی جوے کو انعام کا نام دیتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

اور یہ طبقہ مسلمانوں کے معاشرے میں بہت زیادہ مقبول سمجھا جاتا ہے اور اس طبقہ کو معاشرہ میں سر آنکھوں پر بٹھا کر عملاً گویا ''سر'' ہی کا خطاب دیتا ہے، جب ہمارے معاشرے میں ہی ایسے افراد نہ صرف موجود ہیں، بلکہ قوم کے رہبر اور ہیرو سمجھے جاتے ہیں، جو اسلام واحکام کے خلاف زبان درازی کا مشغلہ رکھتے ہیں، تو پھر سلمان رشدی جیسے افراد کا پیدا ہونا اور پھلنا پھولنا کوئی زیادہ قابلِ تعجب بات نہیں، جب تک اندر کا معاملہ درست نہ ہو اس وقت تک کافر حکمرانوں کی طرف سے اس قسم کے دلخراش مناظر کا سدِ باب ہونا بظاہر مشکل دکھائی دیتا ہے، واللہ اعلم۔

مقالات ومضامین مفتی ابوریحان

اسلام آباد، لال مسجد وجامعہ حفصہ کا قضیہ

گزشتہ چند ماہ سے پاکستان کے دارُالحکومت اسلام آباد میں، واقع مرکزی لال مسجد کے خطیب اور جامعہ حفصہ کے مہتمم مولانا عبدالعزیز صاحب اوران کے بھائی جناب عبدالرشید غازی صاحب کی طرف سے حکومت کے ساتھ کشیدگی جاری تھی۔

ان حضرات کے حکومت سے کچھ مطالبات تھے، یہ مطالبات گوشرعی اعتبار سے ناجائز نہ ہوں لیکن ان کو منوانے کے لیے حکومت کے ساتھ تقابل کا جوطریقۂ کار ان حضرات نے اختیار کیا ہوا تھا اس سے بیشتر سنجیدہ اور تجربہ کار علمی شخصیات کو اتفاق نہ تھا، ان حضرات کا کہنا تھا کہ حکومت کے ساتھ اس طرح تقابل وکشیدگی کی فضا قائم رکھنے کے نتیجہ میں قیمتی جانوں کے ضیاع اور دینی مدارس وجامعات اور مساجد کی دنیا بھر میں بدنامی ہونے کا اندیشہ ہے، اور مقصد میں کامیابی کا بھی بظاہر کوئی امکان نہیں۔

کیونکہ ان حضرات کی رائے میں جس قسم کے مطالبات حکومت سے کیے گئے تھے، موجودہ حکومت سے ان تمام مطالبات پر عملدرآمد کی توقع رکھنا ایسا تھا جیسا کہ بلی سے دودھ کی حفاظت کا کام لینا۔

لیکن ان سنجیدہ، تجربہ کار، وپختہ کار اہلِ علم حضرات کی ہدایات لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے مہتمم اوران کے بھائی صاحب کو درست محسوس نہیں ہورہی تھیں۔ اور وہ اپنے موقف پر قائم تھے، جس کے نتیجہ میں پاکستان کے وفاق المدارس بورڈ نے لال مسجد وجامعہ حفصہ کا تمام شاخوں سمیت اپنے بورڈ سے الحاق بھی ختم کردیا تھا۔ حکومت کی طرف سے بھی بعض وجوہ سے اس مسئلہ کو بلاوجہ طول دیا جاتا رہا اور مؤثر تدبیر وحکمتِ عملی کے ساتھ اس مسئلے کو جلدی ختم نہیں کیا گیا۔ اس پورے عرصہ میں دنیا بھر کی میڈیا پر دینی مدارس موضوعِ بحث بنے رہے۔ اور بالآخر بزرگوں کے وہ خدشات درست ثابت ہوئے اور مؤرخہ 3 جولائی 2007ء۔ ۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ بروز منگل کو لال مسجد، جامعہ حفصہ کے خلاف حکومت کی طرف سے عملاً کارروائی شروع ہوگئی اور طلباء ورینجرز میں جنگ کے نتیجہ میں پریس ریلیز کے مطابق پہلے ہی دن ۱۰ افراد جان بحق اور ایک سو پچاس زخمی ہوگئے اور علاقہ میں کرفیو نافذ کردیا گیا۔ اخبار کے مطابق اس سے اگلے دن 4 جولائی بروز بدھ کو بھی کرفیو برقرار رہا، اور فائرنگ سے ﴿بقیہ صفحہ ۵ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

بسلسلہ: فقھی مسائل

مفتی محمد امجد حسین

پاکی ناپاکی کے مسائل

گذشتہ باتوں کا خلاصہ

نجاست یعنی ناپاکی کی پہلے پہلے دوقسمیں ہیں، نجاستِ حقیقی اور نجاستِ حکمی، ان دونوں قسموں کی تعریف پیچھے بیان ہوچکی، جس کا حاصل یہ ہے کہ نجاست اگر مادی وجود رکھتی ہو یعنی حسی ہو کہ دیکھنے، چھونے، سونگھنے وغیرہ سے محسوس ہوتی ہو تو دین وشریعت کے حکم کے بغیر بھی عقل اس سے گھن کرتی ہے اور ایک سلیم الفطرت انسان کے دل ودماغ میں اس سے بچنے کا اور اس میں ملوث ہوجائے تو اس کو اپنے سے دور کرنے کا تقاضا پیدا ہوتا ہے اور عموماً لوگ بلالحاظ دین ومذہب اپنے انسانی تقاضے کے تحت اس سے بچتے اور اس کو گندگی سمجھتے ہیں، نجاستِ حقیقی سے اسی قسم کی ظاہری، مادی، حسی نجاستیں اور گندگیاں ہی مراد ہیں، پیچھے اس کی کچھ مثالیں بھی دی گئی ہیں اور ان مثالوں کے علاوہ بھی کئی چیزیں اس قسم میں شامل ہیں (جن کی تفصیل احکامِ شرع کی کتابوں میں موجود ہے) اس قسم کی نجاستوں سے اسلامی شریعت نے ایک تو ان کے نجاست وگندگی ہونے کے اعتبار سے بحث کی ہے کہ یہ چیزیں گندگیاں اور نجاستیں ہیں اور ان کی نشاندہی فرمائی ہے، دوسری بحث شریعت نے اس کی اقسام قائم کرکے کی ہے، کہ گندے پن کی کمی بیشی یا شدت وخفت کے اعتبار سے ان کی دوقسمیں ہیں، یعنی نجاستِ غلیظہ (سخت قسم کی گندگی) اور نجاستِ خفیفہ (ہلکے قسم کی گندگی) اور یہ بتایا ہے کہ کون سی گندگیاں غلیظہ ہیں کون سی خفیفہ ہیں؟ اور تیسری بحث پھر دونوں میں سے ہر ایک کی پاکی اور صفائی کے طریقے سے کی ہے جس کا مختصر بیان پیچھے ہوچکا ہے، دوبارہ ملاحظہ فرمالیں، نجاستِ حقیقیہ کے بارے میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ یہ انسان کے بدن یا لباس یا اس کے استعمال کی چیزوں کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ دنیا جہان کی ہر چیز سے اس کا تعلق ہوسکتا ہے، خواہ انسان کا بدن ہو، لباس ہو، کسی بھی قسم کا کپڑا ہو، کھانے پینے کی چیزیں یعنی خوراک کی اشیاء ہوں، برتن ہوں، زمین ہو، دھاتیں ہوں، اس لحاظ سے یہ نجاستِ حکمیہ سے مختلف ہوجاتی ہے، جس کا تعلق صرف انسان کے بدن کے ساتھ ہے، اور بعض عبادتوں کے لیے اس سے بدن کا پاک ہونا شرط ہے،

اور پھر ان مختلف چیزوں میں اس نجاست اور گندگی کو دور کرنے وراس چیز کو پاک کرنے کے طریقے مختلف ہیں، جن کا مختصر تذکرہ پیچھے ہو چکا (باقی تفصیل کا تو اس تعارفی اور ضروری احکام کے مضمون میں نہ موقعہ ہے نہ گنجائش، اس کے لئے احکامِ شرع کے تفصیلی لٹریچر اور کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے، جس کی اردو زبان میں کوئی کمی نہیں، بحمداللہ علماء نے دین کے کسی باب میں خلا نہیں چھوڑا) نجاست کی دوسری قسم نجاستِ حکمیہ تھی اس کی تعریف اور اقسام پیچھے مختصراً ضروری درجے میں ذکر ہو چکے، یہاں صرف یہ سمجھانا ہے کہ نجاستِ حکمیہ کا تعلق صرف انسان کے جسم کی بعض حالتوں سے ہے، کہ جسمِ انسانی کی بعض مخصوص حالتوں کو شریعت نے ناپاکی کی حالت قرار دیا ہے، اس لئے اس کا نام نجاستِ حکمیہ ہے، نیز اس کا تعلق شریعت کے بعض خاص احکام اور عبادات سے ہے کہ ان احکام وعبادت کے لئے شریعت نے انسانی جسم اور بدن کی ان مخصوص حالتوں کو مخصوص طریقے سے پاک کر کے اس عبادت کے قابل بنانے کا حکم دیا ہے، پاکی کے یہ مخصوص طریقے وضو اور غسل ہیں، جبکہ بظاہر کوئی ناپاکی جسم پر لگی ہوئی نہیں ہوتی، باقی ان عبادتوں کے علاوہ عام حالات میں ناپاکی و بے وضگی کی اس مخصوص حالت کی وجہ سے بدن کو ایسا ناپاک نہیں ٹھہرایا کہ انسان اچھوت ہو جائے۔

نجاستِ حکمیہ کی دو قسمیں حدثِ اصغر و اکبر ہیں، پہلی نجاست کو دور کرنے کے لئے وضو کو جو ظاہر ہے کہ پاکی حاصل کرنے کے لئے ایک مخصوص عمل ہے، اور دوسری نجاست کے ازالے کے لئے غسل کو شرط قرار دیا اور یہ غسل بھی عام عادتاً کیے جانے والے غسل سے کچھ چیزوں میں مختلف ہے، کہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنا اس میں ضروری ہے اور بال برابر جگہ جسم میں خشک نہ رہنا بھی ضروری ہے، ورنہ شرعاً یہ غسل معتبر نہ بنے گا، اور اس عبادت کی قابلیت پیدا نہ کرے گا جس کے لئے یہ شرط ہے۔

اب آخری بات یہ سمجھو کہ نجاستِ حکمیہ کے ازالے کے لئے پاک پانی کا استعمال ضروری ہے یعنی جو قدرتی پانی ہو، بہنے والی ہر سیال چیز کا استعمال درست نہیں، اگر پانی نہ ہو یا اس کے استعمال سے معذوری ہو تو اس کا متبادل تیمّم ہے، جو ان عبادتوں کے لئے پاکی حاصل کرنے کا مخصوص شرعی طریقہ ہے جن کے لئے وضو یا غسل شرط ہے، جبکہ نجاستِ حقیقیہ کی جن صورتوں میں پاکی حاصل کرنے کے لئے شریعت نے پانی کے استعمال کو لازم کیا ہے وہاں عام قدرتی پانی کے علاوہ ہر بہنے والی سیال چیز جو گندگی کو بہانے اور دور کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو اس کا استعمال بھی جائز ہے، جیسے پٹرول، مٹی کا تیل، عرقِ گلاب وغیرہ۔

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ

مفتی محمد امجد حسین

معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط۸)

پیچھے سلطان (یعنی مسلمان حکومت) کی طرف سے اقطاع (جاگیر میں زمین دینے) کا ذکر ہوا تھا۔ موقعہ کی مناسبت سے یہاں مسلمان حکومت کی طرف سے جاگیر میں زمین دینے کی مختلف اقسام اور صورتوں کا ذکر بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

اقطاع کی اقسام اور صورتیں

الف: اقطاع کی ایک صورت یہ ہے کہ حکومت مالکانہ طور پر زمین کسی کو عطا کرے۔ ایسا کرنا جائز ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ جس کو مالکانہ طور پر زمین دی وہ مالک بن جائے گا۔ اس کو اس زمین کی بابت خرید و فروخت کرنے، ھبہ وعطیہ کرنے کے تمام مالکانہ اختیارات حاصل ہو جائیں گے اور اس کے مرنے کے بعد یہ زمین اس کے وارثوں میں میراث کے مقررہ حصوں کے اعتبار سے منتقل ہوگی۔ حکومت ان کو واپس نہیں لے سکتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر اقطاعات جو لوگوں کو آپ نے دیئے اسی قسم کے تھے۔

ب: دوسری صورت یہ ہے کہ زمین مالک بنائے بغیر دی جائے اور اس زمین سے پیداوار، منافع وغیرہ حاصل کرنے کا اختیار اس شخص کو نسلاً در نسل دیا جائے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ شخص اس زمین کی پیداوار و منافع سے پوری طرح نفع اٹھا سکتا ہے اور اس کے بعد نسل در نسل اس کی اولاد بھی۔ حکومت بلاوجہ شرعی ان کو اس زمین سے بے دخل نہیں کر سکتی البتہ اگر یہ لوگ اس زمین کو کبھی معطل چھوڑ دیں کہ وہ ویران پڑی ہے کوئی فائدہ اس سے نہیں اٹھایا جا رہا یا اس کا عشر وخراج وہ لوگ ادا نہ کریں تو پھر حکومت یہ زمین ان سے واپس لے کر دوسروں کو دے سکتی ہے۔ اور یہ شخص یا اس کی نسل اس زمین کو بیچ نہیں سکتے، ھبہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی وقف کر سکتے ہیں۔ پیداوار و منافع کے حصول کی حد تک اس میں تصرف کر سکتے ہیں اور اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مثلاً اس میں کاشت کریں، باغ لگائیں، جگہ کرائے پر دیں یا وہاں مکان دکان وغیرہ بنا کر کرائے پر دیں اور آمدنی حاصل کریں۔

ج: تیسری صورت یہ ہے کہ دوسری صورت کی طرح زمین جس کو دی گئی اس کو مالک تو نہ بنایا جائے صرف

پیداوار ومنافع حاصل کرنے کا اختیار دے دیا جائے لیکن دوسری صورت کے برخلاف صرف اس کی زندگی تک یہ اختیار دیا جائے اس کے مرنے کے بعد اس کی نسل کی طرف زمین سے فائدہ اٹھانے کا اختیار منتقل نہ ہو۔اس کا حکم یہ ہے کہ اس آدمی کے مرنے پر حکومت یہ زمین واپس لے لے گی۔

د: چوتھی صورت یہ ہے کہ جس کو زمین دی گئی اسے مالک نہیں بنایا گیا صرف منافع اور پیداوار حاصل کرنے کی اجازت واختیار اسے دیا ہے لیکن یہ اختیار بھی تا حیات نہیں بلکہ بلاتحدید مدت کے دیا جائے۔اس صورت کا حکم یہ ہے کہ حکومت کو ہر وقت اختیار ہے جب ضرورت ومصلحت سمجھے زمین واپس لے لے۔

ہ: پانچویں صورت یہ ہے کہ نہ زمین مالکانہ طور پر دی جائے نہ اس میں تصرف کر کے پیداوار ومنافع حاصل کرنے کا حق اسے دیا جائے بلکہ اس زمین کا عشر (اگر عشری ہو) یا خراج (اگر خراجی ہو) جو بیت المال میں جمع ہوتا ہے وہ پورا عشر یا خراج (کسی متعینہ زمین کا) یا اس کا کچھ حصہ کسی مستحق کے لئے بطور وظیفہ کے مقرر کر دیا جائے۔باقی اس آدمی کا زمین سے یا اس میں جو کاشت کار، زمیندار ہے اس سے کوئی واسطہ و تعلق نہ ہوگا صرف عشر وخراج میں سے اپنے مقررہ وظیفہ سے کام ہوگا۔اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ یہ آدمی خراج کے مصارف میں سے ہو [۱]

قسم دوم: مالکانہ زمینوں کی اقسام واحکام

پیچھے جو احکام ذکر ہوئے یہ غیر مالکانہ زمینوں کی مختلف اقسام کے متعلق تھے۔آگے مالکانہ زمینوں کے احکام ذکر ہوتے ہیں یعنی اول وہلے میں کوئی علاقہ اہل اسلام کے ہاتھوں فتح ہونے کے وقت جو زمینیں وہاں کے لوگوں کے قبضہ اور ملکیت میں تھیں۔

ان زمینوں کے احکام کا مدار ان کے فتح ہونے کی مختلف صورتوں پر ہے (جیسا کہ اجمالاً پیچھے ذکر بھی ہوا) فتح ہونے کی ابتداء میں دوصورتیں ہیں (الف) صلح کے نتیجے میں فتح ہوا۔(ب) قہر وغلبہ کے ساتھ علاقہ فتح ہوا

صلح کے نتیجہ میں مفتوحہ زمینیں

صلح کے نتیجے میں فتح ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ اہل ملک مسلمان ہو جائیں اور مسلمانوں کے امیر کی

---

[۱] خراج کے مصارف اسلامی مملکت کے عمومی مصارف ہیں۔فوج کے اخراجات حکومت کے مختلف محکموں اور اداروں کے ملازمین کی تنخواہیں، علماء، طلبہ، مفتیوں وقاضیوں وغیرہ کے وظائف، سڑکوں، پلوں کی تعمیر ومرمت وغیرہ رفاہی کام اس مد کے مصارف ہیں (اسلام کا نظام اراضی بحوالہ اسلامی حکومت کا مالیاتی نظام ص ۷۰)

اطاعت میں آجائیں۔اس صورت میں ہر شخص اپنی اپنی املاک منقولہ وغیر منقولہ کا بدستور مالک رہے گا:

(کما قال فی الحدیث عصموا منیّ دماء ھم و اموالھم)

مدینہ منورہ کے انصار چونکہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی اراضی کے ساتھ یہی معاملہ فرمایا دوسری صورت صلحاً علاقہ فتح ہونے کی یہ ہے کہ اہل ملک مسلمان نہ ہوں مگر بلا مقابلہ صلح کے ساتھ امام المسلمین (مسلمانوں کے حاکم) کی اطاعت قبول کرلیں۔اس صورت میں ملک کی اراضی مملوکہ کے متعلق جن شرائط پر صلح ہوئی ہے ان کی پابندی ضروری اور دائمی ہوگی۔بعد میں کوئی اس میں تبدیلی نہ کر سکے گا، اگر اس بات پر صلح ہوئی ہے کہ زمینیں بدستور سابق مالکوں کی ملکیت اور استعمال میں رہیں گی تو اس کی پابندی کی جائے گی۔البتہ ان زمینوں پر خراج اور ان غیر مسلم اہل ملک پر جزیہ مقرر کیا جائے گا جو سالانہ طور پر وصول کر کے بیت المال میں جمع کیا جائے گا۔

قہر وغلبہ کے نتیجہ میں مفتوحہ زمینیں

فوجی قوت اور قہر وغلبہ کے ساتھ ملک فتح ہو۔اس صورت میں ملک کی زمینوں کے متعلق امام المسلمین کو تین قسم کے اختیارات حاصل ہیں۔

الف: باقی اموال غنیمت کی طرح زمینوں کی بھی تقسیم کرے کہ پانچواں حصہ بیت المال میں داخل کرے اور چار حصے لشکر والوں میں تقسیم کرے۔ بیت المال کی زمینوں کی تفصیل تو پیچھے ذکر ہو چکی ہے باقی جو زمینیں غانمین یعنی لشکر والوں میں تقسیم ہوں گی اس کے وہ مالک ومختار ہو جائیں گے، خود تصرف کریں، پیداوار ومنافع حاصل کریں، بیچیں، خریدیں، ھبہ کریں، وقف کریں۔سارے تصرفات کر سکتے ہیں اور ان کے مرنے کے بعد یہ زمینیں ان کے وارثوں کی طرف منتقل ہو جائیں گی۔

ب: دوسرا اختیار مسلمانوں کی حکومت کو یہ ہے کہ ان زمینوں میں سے جو وہاں کے لوگوں کی مملوکہ ہیں انہی کے قبضہ اور ملکیت میں رہنے دے اور ان پر خراج و جزیہ عائد کر دے جیسا کہ صلح والی زمینوں کی ایک صورت میں بھی اوپر گزر چکا۔

ج: تیسرا اختیار مسلمان حکومت کو ان زمینوں کے متعلق یہ ہے کہ نہ غانمین میں تقسیم کرے نہ وہاں کے لوگوں یعنی اصل غیر مسلم مالکوں کے پاس رہنے دے بلکہ بیت المال کی تحویل میں یہ سب کی سب زمینیں لے لے۔اس صورت میں حکومت یہ بھی کر سکتی ہے کہ ساری زمینیں بیت المال کے لئے مختص کرے اور یہ

بھی کرسکتی ہے کہ کچھ زمینیں بیت المال کے لئے مختص کرے(بظاہر یہ مختص کرنا خمس کے علاوہ ہے، کیونکہ خمس تو بہرحال نکالا جائے گا)اور باقی غانمین میں تقسیم کرے یا سابقہ مالکوں کے پاس رہنے دے۔

خلاصہ بحث

خلاصہ یہ کہ زمینوں کی ابتداء میں دوقسمیں ہیں۔

ا۔مملوکہ۔ب۔غیر مملوکہ۔پھر ہر قسم کی آگے تین تین قسمیں ہیں اور ہر قسم کا حکم الگ الگ ہے۔جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

عشروخراج

عشروخراج دونوں اصطلاحی شرعی الفاظ ہیں جو اسلامی حکومت کی طرف سے زمینوں سے وصول کئے جانے والے مقررہ محصول اور ٹیکس کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔البتہ یہ فرق ہے کہ عشر صرف محصول وٹیکس ہی نہیں بلکہ اس میں عبادت کی حیثیت بھی شرعاً ملحوظ ہے۔اس وجہ سے اسے زکوٰۃ الارض (یعنی زمین کی زکوٰۃ) بھی کہا جاتا ہے اس لئے یہ مسلمانوں کی زمینوں کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ خراج خالص ٹیکس ہے جو اسلامی حکومت خراجی زمینوں پر عائد کرتی ہے۔

عشری زمینیں وہ ہیں جو مسلمانوں نے کافروں سے جنگ کرکے فتح کی ہوں اور مسلمان امیر نے وہ زمینیں مسلمانوں میں تقسیم کی ہوں اور وہ زمینیں بھی کہ جہاں کے باشندے خودبخود مسلمان ہوگئے ہوں بغیر جنگ کے تو ان کی زمینیں بھی عشری ہیں۔اور خراجی زمینیں وہ ہیں کہ بغیر جنگ کے علاقہ صلح سے فتح ہوا اور زمین ان کے کافر مالکوں کے پاس رہنے دی گئی یا زمین جنگ کرکے فتح کی گئی اور زمین کافر مالکوں ہی کے پاس رہنے دی گئی۔

خراج کی دوقسمیں ہیں خراج مقاسمہ اور خراج موظف۔

خراج مقاسمہ کا مطلب بٹائی کے ہیں کہ زمین کی پیداوار میں آدھا یا تہائی یا کم وبیش حصہ پیداوار خراج مقرر کردیا جائے، اور خراج موظف کا مطلب ہے کہ خراجی زمین پر نقد رقم کی شکل میں کوئی متعین رقم سالانہ بطور خراج مقرر ہو۔عشر یا خراج اور پھر خراج کی جونسی قسم اول فتح کے وقت مقرر ہوئی اس کو بدلنا جائز نہیں جو زمین عشری ہے وہ عشری ہی رہے گی جو خراجی ہے وہ خراجی ہی رہے گی۔

عشر کے احکام

لفظ عشر کے اصل معنی دسواں حصہ ہے لیکن شریعت نے عشری زمینوں کی دو قسمیں قرار دی ہیں۔ ایک میں پیداوار کا بیسواں حصہ محصول لازم ہوتا ہے، یہ وہ زمینیں ہوتی ہیں جن کو سینچنے کے لئے پانی محنت مشقت سے حاصل کیا جاتا ہے یا مالی اخراجات پانی کے حصول کے سلسلے میں آتے ہیں۔

اور دوسری قسم کی وہ زمینیں ہیں جن میں سینچائی پر محنت مشقت اور مالی اخراجات نہیں ہوتے جیسے بارانی زمینیں، دریاؤں، نہروں کے کنارے کی زمینیں ان میں عشر دسواں حصہ لازم ہوتا ہے۔ جو عشر کا لفظی مفہوم ہے لیکن شرعاً عشر یا عشری زمینوں سے یہ دونوں قسم کی زمینیں سمجھی جاتی ہیں اور عشر (دسواں حصہ) اور نصف عشر (بیسواں حصہ) دونوں مراد ہوتے ہیں۔

ملحوظ رہے کہ مسلمان کی زمین کا اصل وظیفہ عشر ہے۔ ابتداء سے مسلمان پر خراج عائد نہیں ہوتا مگر کافر سے خریدی ہوئی خراجی زمین میں اس پر سابقہ طریقہ پر خراج ہی عائد ہوگا کیونکہ اس زمین کا اصل وظیفہ خراج ہے۔ مسلمان کے خریدنے سے وہ بدلے گا نہیں۔

پاکستان کی عشری وخراجی زمینیں

تقسیم ملک کے بعد غیر مسلموں کی چھوڑی ہوئی زمینیں جو حکومت پاکستان نے مہاجرین میں یا مقامی مسلمانوں میں تقسیم کیں یہ سب زمینیں عشری ہیں، تقسیم سے پہلے ان کی خواہ کوئی بھی حیثیت ہو لیکن جب دونوں حکومتوں کے باہمی معاہدہ متعلقہ تبادلہ جائیداد کے تحت یہ پاکستان بیت المال میں داخل ہو کر حکومت کی تقسیم کے ذریعہ مسلمانوں کی مِلک بنیں تو بیت المال میں داخل ہو کر آنے کی وجہ سے یہ ابتدائی ملکیت ہوگی اور مسلمان کی ابتدائی زمینوں میں عشر ہی لگایا جاتا ہے، اس طرح جو علاقے غیر آباد تھے حکومت پاکستان نے وہ علاقے آباد کر کے زمین کے قطعات لوگوں میں تقسیم کئے تو یہ بھی بیت المال سے ابتدائی ملکیت مسلمان کے حق میں بنیں گی اور ان کا وظیفہ بھی عشر ہوگا بشرطیکہ ان کی آبپاشی سندھ و پنجاب کے بڑے دریاؤں سے ہوتی ہو کیونکہ ان دریاؤں کا پانی عشری ہے جیسے پنجاب میں تھل کا علاقہ، سندھ میں کوٹری بیراج کا علاقہ ان زمینوں کا یہی حکم ہے۔

باقی وہ زمینیں جو پاکستان بننے سے پہلے سے مسلمانوں کی مِلک ہیں تو یہ زمینیں یا تو اسلامی فتوحات کے وقت کسی مسلمان کو مالکانہ طور پر ملی ہوں گی اور پھر اس کی نسل میں نسل در نسل منتقل ہوتی رہی ہیں۔ اس

صورت میں ان کا عشری ہونا ظاہر ہے۔ یا ابتدائی فتوحات کے وقت وہ زمینیں غیر آباد اور نا قابل کاشت تھیں (یعنی ارضِ موات تھیں) پھر کسی مسلمان حکومت کی اجازت سے اسے مسلمانوں نے قابل کاشت بنایا اس طرح وہ اس کا مالک ہو گیا تو اس زمین پر بھی عشر واجب ہوگا اور اگر اسلامی فتوحات کے وقت قدیم غیر مسلم مالکان کی ملکیت ہی ان زمینوں پر برقرار رکھی گئی پھر مسلمانوں نے ان سے خریدیں یا کافر نے ھبہ کی تو یہ زمین خراجی ہی رہے گی۔ مسلمان کی مِلک ہونے پر بھی اس کا وظیفہ خراج ہی رہے گا نہ کہ عشر۔ خلاصہ یہ کہ ملک کی فتح کے وقت اسلامی حکومت نے جو زمین کسی کافر کی ملکیت تسلیم کر لی وہ خراجی ہے اور جو کسی مسلمان کو دیدی وہ عشری ہے۔

باقی شخصی طور پر کسی زمین کے متعلق فتح کے وقت کی حیثیت معلوم کرنا عادتاً ناممکن ہے اس لئے جو زمینیں مسلمانوں کے اندر (پاکستان بننے سے پہلے سے) نسل در نسل منتقل ہوتی چلی آرہی ہیں اور ان کے متعلق کافی ثبوت اس بات کا نہیں کہ یہ اولاً غیر مسلموں کی ملکیت میں آئیں یعنی فتح کے بعد۔ تو ان زمینوں کو شریعت کے اصول استصحاب حال کی بنیاد پر اول ہی سے مسلمان کی ملکیت سمجھ کر عشری قرار دیا جائے گا۔

باقی یہ اصول کہ جو زمین اول وہلے میں عشری بنی وہ عشری ہی رہے گی اور جو خراجی قرار پائی وہ خراجی ہی رہے گی اس اصول سے یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ عشری زمین جب کسی غیر مسلم کی ملکیت میں منتقل ہو جائے تو اس کا فریضہ عشر نہیں بلکہ خراج ہو جائے گا کیونکہ عشر میں عبادت کی جہت بھی پائی جاتی ہے۔ لہٰذا کافر کی زمین جس طرح ابتداء میں عشر کا محل نہیں بن سکتی اس طرح کوئی زمین مسلمان سے گزر کر کافر کے پاس آئے تب بھی وہ عشر کا محل نہیں بن سکتی اور جو زمینیں غیر مسلموں کی مِلک میں ہیں ان پر خراج کا ہونا متعین ہے (اسلام کا نظامِ اراضی بحوالہ اسلامی حکومت کا مالیاتی نظام)　　(جاری ہے.........)

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت مفتی محمد رضوان

اولاد کی تربیت کے آداب (قسط۳)

بچوں کو نماز کا عادی بنانا

نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے، یہ اسلام کا ستون ہے، بلکہ ایک ایسا محکم ومضبوط فریضہ ہے، جو انسان پر ہمیشہ لازم رہتا ہے، سوائے ان مخصوص ومحدود حالات کے کہ جن میں شریعت کی طرف سے نماز معاف کردی گئی ہے (مثلاً عورت کو مخصوص زمانے میں) نماز کے ذریعہ سے انسان کا تعلق اپنے خالق ومالک سے قوی اور مضبوط ہوتا ہے، اس کی برکت سے انسان بے شمار برائیوں اور بے حیائیوں کے کاموں سے بچتا ہے، نماز کے ذریعہ سے انسان کے اخلاق کی تہذیب اور اعمال کی اصلاح ہوتی ہے، اور بھی نماز کے بے شمار فوائد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے متعلق حکم فرمایا:

''بچوں کو سات سال عمر میں نماز سکھاؤ اور دس سال کی عمر ہونے پر مارو'' (مستدرک حاکم)

اس لئے ضروری ہوا کہ بچپن ہی سے بچہ کو نماز کا عادی بنایا جائے اور نماز کو اس کی زندگی میں اس طرح داخل وشامل کردیا جائے کہ وہ ہمیشہ اور ہر حالت میں نماز کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرنے والا بن جائے۔

سب سے پہلے ضروری ہوگا کہ بچہ کو نماز کی اہمیت وضرورت اور اس کے فوائد وثمرات سمجھائے جائیں، اور مسلمان ہونے کے ناطے نماز کا کیا درجہ ہے یہ اس کے سامنے واضح کریں۔

بچہ کو بتلایا جائے کہ دن ورات میں پانچ وقت کی نماز ہر مسلمان پر فرض کی گئی ہے، اور یہ اسلام لانے کے بعد سب سے بنیادی اور ضروری چیز ہے، ایک وقت کی جان بوجھ کر بلا عذر نماز چھوڑ دینا ایسا ہے جیسا کہ گھر کے سب افراد اور مال ودولت چھین لی گئی ہو۔ بچہ کو بتلایا جائے کہ دنیا میں انسان ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا، ہر انسان نے ایک نہ ایک دن اس دنیا سے جانا ہے، اور فوت ہونا ہے، اور فوت ہونے کے بعد قبر کے اندھیرے اور اکیلے پن میں نماز کام آتی ہے، نماز ہی سے قبر کے اندھیرے میں روشنی ہوتی ہے، قبر کشادہ ہوتی ہے، اس میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آتی ہیں، اور سانپ بچھو وغیرہ سے حفاظت رہتی ہے۔

اور نماز چھوڑنے والا ان سب فائدوں سے محروم رہتا ہے، اور اس پر سانپ بچھو لپٹ جاتے ہیں، اور کاٹتے

ہیں، اور پھر جب قیامت قائم ہوگی اور دوبارہ زندہ ہوکر سب انسان اٹھیں گے تو سب کو پلِ صراط سے گزرنا ہوگا، جو کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے، نماز کی پابندی کرنے والا تو اس سے بآسانی گزر جائے گا اور جو انسان نماز کا پابند نہیں ہوگا وہ اس پر آسانی سے نہیں چل سکے گا، اسے اندھیرا ہونے کی وجہ سے کچھ نظر بھی نہیں آئے گا۔

بچوں کو نماز کی تعلیم دینا والدین کی ذمہ داریوں میں شامل ہے، قیامت کے دن والدین سے اس ذمہ داری کا سوال ہوگا۔ اس لئے والدین اور بچوں کے مربیوں کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کی طرف سے نماز کے معاملہ میں ہرگز غفلت اختیار نہ کریں، ان کو پاکی ناپاکی کے مسائل بتلائیں اور عملی طور پر نماز کی مشق بھی کرائیں، اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ بچہ کو اپنے ساتھ نماز کے لئے کھڑا کیا کریں، تاکہ وہ آپ کو دیکھ کر اور ساتھ ساتھ نقل و حرکت کر کے نماز پڑھنا سیکھ جائے۔

اور اس کے علاوہ بچہ کو بتلایا جائے کہ کس وقت کی نماز کا کیا نام ہے؟ اور کس وقت کی کتنی رکعتیں فرض ہیں اور کتنی سنت ہیں، فرض کا کیا درجہ ہے اور سنت کا کیا درجہ ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس کے ساتھ بچے کو نماز ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کی تعلیم دے اور اس کی تلقین کرے۔

جو والدین خود نماز کے عادی ہیں وہ تو بہت اچھے طریقہ پر اپنے ساتھ نماز میں شریک کر کے بچوں کو نماز کی عملی مشق کرا سکتے ہیں۔ اور جو والدین نماز کے عادی نہیں ان کو مشکل پیش آئے گی۔

اس کا علاج یہ ہے کہ والدین خود بھی نماز کی پابندی کریں، کیونکہ بچہ کے اوپر اس کے والدین اور بڑوں کے اخلاق و اعمال کا بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ البتہ اگر خدانخواستہ کسی بچہ کے والدین اپنی بدبختی کی وجہ سے خود نماز کی پابندی اور اہتمام نہیں کرتے، انہیں بھی چاہئے کہ وہ بچوں کو نماز کی تعلیم و تلقین کیا کریں۔

کیونکہ جس طرح خود نماز پڑھنا فرض ہے، اسی طرح اپنی اولاد کو نماز کا عادی بنانا بھی فرض ہے، اور یہ دنوں مستقل اور الگ الگ فریضے ہیں، نہ تو ایک کا ادا کرنا دوسرے کی طرف سے کافی ہے اور نہ ہی ایک کی وجہ سے دوسرے کو چھوڑنا درست ہے۔ اس لئے اگر دونوں فریضے پورے ہوں تو بہت اچھا ہے، ورنہ ایک کی خاطر دوسرے کو چھوڑنا نہیں چاہئے۔

بہر حال نماز کی اہمیت اور فرضیت کا موضوع بہت لمبا ہے، جو مختصر وقت میں پورا نہیں ہوسکتا، اس کے لئے مستقل کتابیں موجود ہیں، عقلمندوں کے لئے تھوڑا بھی کافی ہے۔

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ ترتیب وحواشی: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مسیحُ الامت (قسط۱۴)

(بنام محمد رضوان)

''مسیحُ الامت حضرت مولانا محمد مسیحُ اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کی وہ مراسلت جو مفتی محمد رضوان صاحب کے ساتھ ہوئی، ماہنامہ ''التبلیغ'' میں یہ مراسلت قسط وار شائع کی جارہی ہے''

عرض......احقر پہلے نظر بد کو محدود خیال کرتا تھا کہ صرف امرأۃ یا امرد کے ساتھ خاص ہے لیکن آپ والا کی صحبت سے معلوم ہوا کہ کسی کے مال وجاہ پر حرص وطمع کی نظر ڈالنا بھی نظرِ بد میں شامل ہے اور خواہشِ نفس بھی عورت وغیرہ کے ساتھ محدود نہیں بلکہ اس کا مفہوم بھی وسیع ہے۔

ارشاد...... بہت خوب نظر بد کی تفصیل خوب۔ بس تمام اخلاقِ رذیلہ نظرِ بد، سب یکسر ختم بس، تمام اخلاقِ رذیلہ پر ختم یعنی مہر۔ [1]

عرض......اب تک بندہ اکثر چھ گھنٹے اور کبھی ساڑھے چھ گھنٹے پونے سات گھنٹے کچھ دنوں سے سوتا تھا، کئی روز سے سوچ رہا ہوں کہ اور تخفیف کرنی چاہئے چنانچہ اب چھ گھنٹے سے تجاوز نہیں ہو رہا۔

ارشاد......سات گھنٹہ بھی ہو تو تب بھی درست ہے۔

عرض......کیا بندہ آہستہ آہستہ اور بھی تخفیف کر دے۔

ارشاد...... ہرگز نہیں۔

عرض......دل یہ چاہتا ہے کہ قطعاً سویا ہی نہ جائے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تو ایک وضوء سے چالیس سال تک عشاء اور فجر ادا فرماتے رہے آخر وہ بھی تو انسان اور بشر تھے۔ پھر خیال آتا ہے ان حضرات کے قویٰ مضبوط تھے پھر تردد ہوتا ہے کہ زیادہ سونے سے مطالعہ میں کمزوری آئے گی وغیرہ وغیرہ غرضیکہ حالت میں تذبذب ہے

ارشاد......کس نزاع میں پڑ گئے اس زمانہ کے لحاظ سے اُس زمانہ پر قیاس یہ قیاس کیا مع الفارق

[1] ختم کے ایک معنیٰ مہر کے بھی آتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ ایسے طریقے پر اخلاقِ رذیلہ ختم ہوں کہ جس طرح کسی چیز کو بند کر کے اوپر سے مہر لگا دی جاتی ہے۔

نہیں ہے؟ ۱؎

عرض...... بندہ نے تجربہ کیا کہ تواضع کا عنوان بہت سے امراض کے لئے مزیل ہے مثلاً حسد حقد و کینہ کے لئے کہ جب اپنے آپ کو ہیچ در ہیچ شمار کرلیا پھر دوسرے کی اچھی حالت پر سلبی نظر کہاں؟

ارشاد......اسی لئے اول شرط تزکیہ کی خلوت ہے۔عدمِ اختلاط۔ ۲؎

عرض......البتہ ابھی تواضع کا استحضار دائمی طور پرنہیں جو کہ مطلوب ہے، کاش کہ دائمی تواضع بملکہ ورسوخ جاذب فی القلب ہوکر بصورت خشوع ساری فی کل الاعضاء ہو۔

ارشاد......تواضع اور خشوع کا جمع کرنا کیسا؟ نسبِ اربعہ میں سے دونوں میں کونسی نسبت ہے؟ ۳؎

عرض...... بندہ نے غلط سمجھتے ہوے ماقبل میں خشوع کو اثر تواضع سمجھا تھا اب سمجھ آیا کہ اصل عبارت اس طرح ہوئی چاہئے تھی'' کاش کہ دائمی خشوع بملکہ ورسوخ جاذب فی القلب ہوکر بصورت تواضع پورے بدن پورے اعمال وافعال میں ظاہر ہو'' غور کرنے سے معلوم ہوا کہ دونوں میں نسبت اعتباری ہے صحیح تواضع بغیر خشوع کے پیدا نہیں ہوسکتی اگر کوئی خامی ہوتو رفع فرمادیں۔

ارشاد......خشوع بمعنی سکونِ قلب، خیالِ غیر سے بالقصد خالی۔تواضع حقیقی پستی۔اپنے پر تعلی کی نظر نہیں۔دوسرے پر حقارت کی نگاہ نہیں۔

عرض......کبھی ذہن تفویض سے ہٹ کر تجویز کی طرف چلتا ہے مگر بتوفیقِ اللہ ذہن میں موت کا استحضار ہوجاتا ہے جس سے تجویز کے منصوبہ کا تلذذ منقطع ہوجاتا ہے کہ اگر یہ تجویز واقع کے مطابق ہوگئی تو کیا

۱؎ حضرت والا رحمہ اللہ تحریراً وتقریراً یہ بات سالکین کو باور کراتے رہتے تھے کہ پہلے زمانے اور آج کے زمانے کے لوگوں کے قویٰ میں فرق ہے، پہلے قویٰ مضبوط تھے اور اب وہ قوت وطاقت اور مضبوطی نہیں ہے، اس لیے پہلے دور کے مجاہدے اور ریاضت والے کام اس دور میں منتخب کرنا درست نہیں، ریاضت ومجاہدہ خود سے مقصود نہیں، اور ہر شخص اپنی وسعت وطاقت کے مطابق مکلف ہے، ان دوباتوں کو سامنے رکھ کر چلنا چاہیے اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی ہدایات موجودہ زمانے کے لحاظ سے زیادہ موزون ہیں۔

۲؎ حضور علیہ السلام کو وحی نازل ہونے سے پہلے خلوت محبوب ہوگئی تھی، اسی وجہ سے صوفیائے کرام نے بھی خلوت کو تزکیۂ نفس کی بنیادی شرط قرار دیا ہے، جیسا کہ حضرت والا نے ارشاد فرمایا۔

۳؎ دو چیزوں میں باہم نسبتیں چار قسم کی ہوتی ہیں؛ اول نسبت تساوی کی ہے، جس کے معنیٰ دونوں چیزوں کے ایک دوسرے کے بالکل برابر اور مساوی ہونے کے ہیں؛ دوسری نسبت تباین کی ہے، جس کے معنیٰ دو چیزوں کے ایک دوسرے کے بالکل مخالف اور ضد ہونے کے ہیں؛ تیسری نسبت عام خاص مطلق کی ہے، جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ایک چیز دوسرے کے مقابلے میں خاص اور دوسری چیز اس کے مقابلے میں عام ہو؛ چوتھی نسبت عام خاص من وجہٍ کی ہے، جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ دونوں میں سے ہر ایک چیز دوسری چیز کے من وجہٍ موافق ہو اور من وجہٍ مخالف ہو۔

ان چاروں نسبتوں کو'' نسبِ اربعہ'' کہا جاتا ہے، حضرت نے تواضع اور خشوع میں ان نسبتوں میں سے کون سی نسبت ہے؟ اس کا استفسار فرمایا۔

حاصل ۔فناءیقینی پھرفانی پرمرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ مردہ کا مردہ سے تعلق۔

ارشاد......کیا ابھی تجویز اور تفویض کی حقیقت معلوم نہیں؟

عرض......واقعی تجویز اور تفویض کی حقیقت سے بندہ غفلت کا شکار تھا اور امور اختیاری اور امور اختیاری وغیر اختیاری میں مطلقاً ترک تدبیر کوتفویض خیال کیا ہوا تھا آپ والا کی برکت اور رجوع الی الکتب سے بفضلہٖ تعالیٰ پتہ چلا کہ نتیجہ اور انجام کے لئے ذہن میں مخصوص خاکہ گھڑ لینا کہ اس کے خلاف ہونے پر تشویش ہو، تجویز ہے اور امور اختیاری میں تدبیر اور اسباب اختیار کر کے نتیجہ کو اللہ کے سپرد کر دینا تفویض ہے۔

ارشاد......تجویز اس طرح کہ خلاف پر بے چین،تفویض یہ کہ قضاء پر رضاء۔ [۱]

عرض......جب لغو و لایعنی کام یا کلام صادر ہوجاتا ہے تو بہت مایوسی کی سی کیفیت ہوتی ہے کہ اتنی مرتبہ عہد شکنی ہوچکی لہٰذا تیری اصلاح مستبعد ہے مگر اللہ تعالیٰ خواجہ صاحب کے اس شعر کو درجۂ سبب میں معین بنادیتے ہیں ؎ کر نفس کا مقابلہ بار بار تو سو بار بھی ہار کے ہمت نہ ہار تو

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مایوس کرنا نفس کا کید ہے الحمدللہ اس سے مایوسی کی کیفیت کا خاتمہ ہوجاتا ہے

ارشاد......آس ہی لازمِ ایمان ہے یاس کیسی؟

عرض......گاہے ایسا بھی ہوتا ہے کسی بھی فعل کو دل نہیں چاہتا حتیٰ کہ اسبابِ عادیہ طعام،کلام،نوم اس سے بڑھ کر اعمالِ ضروریہ روحانیہ وعبادات سے بھی وحشت سی ہوتی ہے اور اس کا ظاہری سبب آج کل ہر وقت موت کی سوچ ہے۔مطالعہ ہے تو موت موت،نماز ہے تو موت موت،جبکہ موت کے استحضار سے اعمال میں سعی ہونی چاہئے تھی لیکن معاملہ برعکس ہے شاید یہ غلو ہو جس سے بے حد تشویش ہے۔

ارشاد......تشویش کیسی۔کیا اصول محفوظ نہیں اور مطالعہ نہیں،نہ سنا ہوا،اور نہ دیکھا ہوا۔ [۲]

---

[۱] ملاحظہ فرمایئے حضرت والا نے تجویز اور تفویض کی کتنی مختصر اور جامع حقیقت بیان فرمادی؛ یہ محققین ہی کی شان ہے۔

[۲] حضرت والا کی اس ہدایت سے معلوم ہوا کہ ضروری کاموں اور نفس کے حقوق کی ادائیگی سے بھی متوحش ومتنفر ہونا دراصل غلو ہے۔

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب: مفتی محمد رضوان

❖ طلبۂ کرام کوفضولیات سے بچنے کی ضرورت

مؤرخہ ۱۰/ جمادی الاُخریٰ ۱۴۲۸ھ ـ 26/ جون 2007ء بروز منگل بعد عصر حضرت مدیر نے طلبۂ ادارہ غفران سے مندرجہ ذیل خطاب فرمایا: (محمد ناصر)

معزز طلبۂ کرام! آپ دینی علم کے طالب ہیں، اسی لیے آپ کا نام ''طالبِ علم'' ہے، اور علم کی طلب کے لیے ضروری ہے کہ طالبِ علم اپنے آپ کوعلمِ دین کے حصول اور اس کے تقاضوں کے علاوہ دوسری ہرقسم کی سرگرمیوں سے بچا کر رکھے، اور غیرضروری تعلقات قائم نہ کرے، دوستی اور غیرضروری میل جول چھوڑ دے، اِدھر اُدھر بلاضرورت آمدورفت نہ کرے، اخبار اور دوسری خارجی کتابوں کا مطالعہ نہ کرے، خاص طور پر ان کتابوں کا جن سے کوئی دینی فائدہ بھی نہیں۔

طالبِ علم کے لیے خط وکتابت اور خارجی کتابوں کے مطالعہ کا مشغلہ

ہمارے اکابرین تو طلبہ کے لیے اس کوبھی پسند نہیں فرماتے تھے کہ طلبہ خط وکتابت کے مشغلہ میں مصروف ہوں اور اس کی وجہ بھی یہی بیان فرماتے تھے کہ اس کی وجہ سے طلبہ کو اپنی تعلیم کے لیے یکسوئی نہیں رہتی اور یکسوئی طالبِ علم کے لیے شرط ہے۔

اور اسی طرح ہمارے اکابرین طالبِ علمی کے زمانے میں خارجی کتابوں کے مطالعہ کوبھی پسند نہیں فرماتے تھے۔

طلبہ کا موبائل فون استعمال کرنا

اکابر کی ہدایات کو نظرانداز کرکے آج کل طالبِ علم خارجی کتابوں بلکہ اخباروں کا مطالعہ کرتے ہیں، موبائل فون رکھتے ہیں، اور جب چاہیں اور جن سے چاہیں رابطہ کرتے ہیں اور ان سے دوسرا بھی جس وقت چاہے رابطہ کرسکتا ہے۔

یہاں تک کہ مطالعہ کرنے کے دوران، تکرار کے دوران اور اس سے بڑھ کر سبق پڑھنے کے دوران بھی فون پر دوسرے سے بات کرلیتے ہیں، خاص طور پر ان مدارس میں جہاں طلبہ کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اور سبق

میں زیادہ طلبہ ہوتے ہیں وہاں زیادہ ابتلاء ہوتا ہے، کیونکہ تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے استاذ کی نظر سب کی نقل وحرکت پر پڑنا مشکل ہوتی ہے، یہ کیسی طالبِ علمی ہے؟

موبائل پر رابطہ کرنا تو خط وکتابت سے بھی زیادہ یکسوئی کے لیے تباہ کن ہے، کیونکہ خط وکتابت کے لیے تو لکھنے، پڑھنے، روانہ کرنے، وصول کرنے کی جدوجہد بھی کرنی پڑتی ہے، اور یہ سب کام ہر حالت میں مشکل ہیں لیکن موبائل فون کے ذریعہ ہر حالت میں بآسانی رابطے ہوسکتے ہیں، اور بات صرف یہاں تک ہی نہیں، موبائل فون سے ریڈیو بھی سنتے ہیں، کھیل اور میچ بھی سنتے ہیں۔

اور بھی نہ جانے موبائل فونوں میں کمپنیوں کی طرف سے کِن کِن رابطوں کی مراعات دی جارہی ہیں، نفس نے جب چاہا، جو کچھ چاہا، اس فون کے ذریعہ سے نفس کی خواہش پوری ہوجاتی ہے۔

موبائل فون تو چھوٹی سی چیز ہے، جیب میں آسانی سے آجاتا ہے، اس کے علاوہ کانوں کے ساتھ لگا کر آواز سننے اور اپنی آواز دوسرے کو سنانے کے لیے ایک چھوٹا سا آلہ بھی ایجاد ہوچکا ہے، جس کی تار موبائل فون میں لگا کر کان کے سوراخ میں اس کو رکھ لیا جاتا ہے، اس کے بعد موبائل فون ہاتھ میں پکڑ کر کانوں سے لگانے کی بھی ضرورت نہیں، اپنی حالت پر بیٹھے ہوئے بآسانی دوسرے سے گفت وشنید کی جاسکتی ہے، اور اس حالت کا استاذ اور دوسرے کو علم ہونا اور بھی زیادہ مشکل ہے۔

پھر اس موبائل فون میں مختلف قسم کے کھیل اور گیم بھی نصب کردیے گئے ہیں، طلبہ ان سے بھی کھیل کر اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔

ہمارے اکابرین اگر طلبہ کے ان حالات کا مشاہدہ فرماتے تو ایسے طلبہ کو مدرسہ میں ایک لمحہ کے لیے رکھنا گوارا نہ فرماتے۔

میری رائے میں تو طلبہ کو طالبِ علمی کے دوران موبائل فون استعمال کرنے بلکہ موبائل فون رکھنے کی اجازت ہی نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ یہ طلبہ کے لیے سمِ قاتل ہے۔

رہا یہ کہ اگر طالبِ علم کو کسی سے رابطہ کرنے کی ضرورت پڑے تو وہ کیا کرے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جگہ جگہ فون پر رابطہ کی سہولت موجود ہے، وہاں سے رابطہ کرسکتے ہیں۔

طالبِ علم کو غپ شپ کرنا

مگر یہ اجازت بھی ضرورت کے ساتھ خاص ہے، اور ضرورت بھی معقول ہونی چاہئے، یہ نہیں کہ چلو کافی

دن ہو گئے ،فلاں دوست سے رابطہ نہیں ہوا، چلو کچھ ان سے ہیلو ہیلو اور غپ شپ ہی کر لیتے ہیں؛ اوّلاً تو یہ غپ وشپ ویسے ہی فضول چیز ہے، جس کو آج کل بہت معزز چیز سمجھا جانے لگا ہے؛ دوسرے طالبِ علم کی شان کے تو بالکل ہی خلاف ہے۔

اسی طرح اخبارات کا مطالعہ کرنا بھی طلبہ کے لیے ٹھیک نہیں، خواہ اسلامی اخبار ہوں یا غیر اسلامی اخبار۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ آج کل کچھ طالبِ علم کھیلوں اور میچوں کا بھی شوق رکھتے ہیں، خاص طور پر کرکٹ کے کھیل سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں، اور جب ملکی سطح پر میچ کھیلے جاتے ہیں تو ان کی لحہ بلمحہ خبر رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں، حالانکہ جو کھیلنے والے ہیں، ان کا تو یہ پیشہ ہے، اس پر انہیں اجرت اور معاوضہ ملتا ہے، اگر چہ کھیل کود کو پیشہ اور مشغلہ بنانا اور اس کھیل کود کے اوپر ہی پھر کھلاڑی نام بھی رکھ دینا یہ انسان کی زندگی کے مقصد کے سراسر خلاف ہے۔

لیکن جن لوگوں کو کھیلنے کے اوپر کچھ اجرت ومعاوضہ بھی نہیں مل رہا، ان کا بلاوجہ کھیل کود دیکھ کر اپنا وقت ضائع کرنا تو کھیلنے والوں سے بھی بڑی حماقت ہے۔

ایسے لوگوں پر یہ کہاوت ثابت آتی ہے کہ:

کامی کام کریں؛ بے وقوف ساتھ پھریں

کھیلوں کے بے وقوف

ایک عالمِ دین کی بات مجھے پسند آئی، انہوں نے فرمایا کہ کرکٹ میچ کھیلنے والے، دیکھنے والے، سُننے والے اور تجسس کرنے والے سارے ہی بے وقوف ہیں، فرق اتنا ہے کہ کوئی بڑا بے وقوف ہے اور کوئی چھوٹا بے وقوف ہے۔

پہلے نمبر کے بڑے بے وقوف تو وہ لوگ ہیں کہ جو عاقل بالغ ہو کر اور بال بچے دار ہو کر بیٹ بلے سے بچوں والا کھیل کھیل رہے ہیں اور اس کو اتنی اہمیت دے رہے ہیں کہ تن من دھن کی قربانی ایک گیند کی خاطر لگا رہے ہیں۔ بھاگ رہے ہیں، دوڑ رہے ہیں، گر رہے ہیں، پڑ رہے ہیں، اچھل رہے ہیں، کود رہے ہیں، زخمی ہو رہے ہیں، بے ہوش ہو رہے ہیں، ایک ملک سے دوسرے ملک جا رہے ہیں۔

یہ سب بے وقوفانہ حرکتیں ہیں اور اگلے آنے والے اور چھوٹے بے وقوفوں کی بے وقوفی انہیں کھلاڑیوں کی نقل وحرکات کے ساتھ چلتی ہے، اس لیے یہ بڑے بے وقوف ہوئے۔

اور دوسرے نمبر کے بے وقوف وہ ہیں جو میدان میں جا کر بھاری رقم اور قیمتی وقت خرچ کر کے تماشہ دیکھ رہے ہیں، مال بھی خرچ کیا اور وقت بھی برباد کیا۔

اور تیسرے نمبر کے بے وقوف وہ ہیں جو ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھ کر کھیل دیکھ رہے ہیں اور خوامخواہ وقت برباد کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی صلاحیتوں کو ضائع کر رہے ہیں۔ اور چوتھے نمبر کے بے وقوف وہ ہیں جو ریڈیو پر کھیل سُن رہے ہیں۔ اور پانچویں نمبر کے بے وقوف وہ ہیں جو دوسروں سے تجسس کر رہے ہیں کہ کیا ہوا؟ کون جیتا کون ہارا؟ اور چھٹے نمبر کے بے وقوف وہ ہیں جو بعد میں اخباروں میں کھیلوں کی جیت ہار کی خبریں ٹٹول رہے ہیں۔

اور ایک بڑے بے وقوف وہ بھی ہیں جو کھیل پر جوا کھیل رہے ہیں، ایک ایک گیند پر، ایک ایک رَن پر، چوکے، چھکے پر، آؤٹ ہونے پر، دوڑنے پر، گرنے پر، غرضیکہ ہر ہر چیز پر جوا لگا رہے ہیں، کتنی بڑی حماقت ہے، **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**

دینی مدارس میں کرکٹ کے کھیل کی تربیت

مجھے ایک بات پر بڑا تعجب ہوا، معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑے دینی جامعہ میں طلبہ کو کرکٹ کے کھیل کی تربیت دی جاتی ہے، اور تربیت دینے کے لیے بھاری معاوضہ پر ایک کوچ رکھا گیا ہے، جو طلبہ کو کرکٹ کھیلنا سکھاتا ہے اور اس جامعہ کے طلبہ کی کرکٹ ٹیم دوسروں سے مقابلہ میں کھیلتی ہے۔ افسوس کہ کرکٹ جیسا کھیل جو چھوت کی بیماری سے کم نہیں، اس کی لت اتنی بُری ہے کہ جسے پڑ جائے اس سے چھوٹنا مشکل ہے، خود مدرسہ کی ذمہ دار حضرات ہی اس کی تربیت دلوا رہے ہیں، ایسے میں تعلیم کیا خاک ہو سکے گی؟ طلبہ تو رات دن کرکٹ کرکٹ ہی پڑھیں گے۔ معلوم نہیں کہ ان اہلِ مدارس کو کیا ہو گیا؟

عزیز طلبۂ کرام! آج یہ باتیں شاید تمہیں کڑوی معلوم ہو رہی ہوں، لیکن بڑے ہونے اور فارغ ہونے کے بعد تمہیں سمجھ آئے گی کہ یہ باتیں کس حد تک تمہارے لیے ضروری اور فائدہ مند تھیں اور کس حد تک نہیں۔ ہم جب چھوٹے تھے ہمیں بھی ناسمجھی کی وجہ سے بڑوں کی باتیں اچھی محسوس نہ ہوتی تھیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائیں اور اپنے اکابرین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے بزرگوں کے سلسلے کا بدنام کنندہ نہ بنائیں۔ آمین۔

علم کے مینار

مفتی محمد امجد حسین

ماضی کے مسلمان معاشروں میں علم شریعت کی فراوانی

دنیا کی تمام قدیم تہذیبیں اور معاشرے دین و مذہب کی بنیادوں پر پروان چڑھے تھے لیکن اسلام کے علاوہ کسی مذہب وملت نے اپنی دعوت اور اشاعت کی بنیاد علم وعقل پر نہیں رکھی۔

اسلام سے پہلے کے سب مذہبوں نے اپنی دعوت وتعلیم میں عقل واستدلال سے نہیں بلکہ معجزات خوارقِ عادات اور اظہارِ عجوبات سے کام لیا عقل انسانی کو مخاطب نہیں کیا، عقل سے کام لینے کا بھی حکم نہیں دیا اس وجہ سے قدیم دنیا میں علم کی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی اور مذہبوں والے جمود، توہمات، خرافات، جادو، ٹونے ٹوٹکوں میں سرتاپا دھنسے ہوئے تھے اور اسی سرکل میں ان کی زندگی کا پہیہ گھومتا تھا۔ قدیم دنیا میں علم کے عام نہ ہونے کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ تحریر وکتابت کو ہر ملک میں ایک خاص گروہ نے اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا، دوسروں کو اسے برتنے، حاصل کرنے کی اجازت نہ تھی نتیجۃً علم خاص خاص طبقوں کی جدی پشتی میراث بن گیا تھا۔ جس سے دوسرے خوشہ چینی نہ کر سکتے تھے گویا علم کیا تھا ایک طلسمی راز تھا۔ مشرک وگمراہ قوموں میں علم کی زیادہ سے زیادہ بلند پروازی جادو ونجوم پر مشتمل تھی یا ٹونوں ٹوٹکوں اور مخصوص توہمات پر۔ جزیرہ عرب میں فاران کی چوٹیوں سے جب آفتاب ہدایت طلوع ہوا تو اس کی ضوفشانیاں اور ضیا پاشیاں تھوڑے عرصے میں ہی عرب کے ریگزاروں سے گزر کر چہار دانگ عالم کو محیط ہو گئیں اور آباد انسانی دنیا کے بیشتر حصہ کو روشنی میں نہلا گئیں۔

خلافت راشدہ کے دور میں ہی ہدایت کا یہ آفتاب عالمتاب نصف النہار کو پہنچ کر انسانی سعادتوں کے جلو میں وسط آسمان پر جگمگانے لگا۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِاىْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ (سورہ زمر آیت ۶۹)

کم وبیش ایک ہزار سالہ دور اس دین برحق کی عالمگیر فتحمندیوں، سربلندیوں اور کامرانیوں کا رہا ہے اس دوران ساری انسانی سعادتیں اسی سرچشمے سے پھوٹتی رہیں، اس دین کے نام لیواؤں نے جہاں ایک طرف اس دنیا کو امن، تہذیب وشائستگی کا گہوارہ بنایا تو دوسری طرف زیادہ سے زیادہ انسانوں اور قوموں

قبیلوں اور مختلف حلقوں اور طبقوں کا رشتہ اپنے رب سے جوڑ کر ان کو مقاصد فطرت کا نگہبان اور ابدی و سرمدی کامیابیوں کا رازداں بنا دیا۔ اگر اسلامی تاریخ کے عہد زریں کی ان سعادتوں، فتحمندیوں اور کامرانیوں کے اسباب کا کھوج لگایا جائے تو مسلمانوں کے اپنے رب پر غیر متزلزل ایمان، اس کی کامل معرفت اور اپنے دین سے لازوال غیر رسمی رشتہ وتعلق ہونے کے علاوہ جو بنیادی سبب سامنے آتا ہے وہ ہے مسلمانوں کا علم اور تعلیم وتعلم کا غیر معمولی ذوق اور عقل واستدلال اور تفکر وتدبر کا بے مثال جذبہ اور عمومی مزاج۔ علم واستدلال کے اس عمومی ذوق نے مسلمانوں کے گھر گھر کو علم و دانش کا گہوارہ بنا دیا تھا۔ صدرِ اسلام کا دور خیر القرون کا زمانہ کہلاتا ہے۔ جس کے تین مرحلے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا دور، تابعین رحمہم اللہ کا دور اور تبع تابعین کا دور۔ ان تینوں ادوار میں سے پہلا دور خصوصاً اور باقی دو ادوار عموماً اسلام کی عالمگیر فتوحات اور تبلیغ واشاعت کے ہیں۔ صحابہ وتابعین کی بے مثال قربانیوں، لازوال جانثاریوں اور لافانی فداکاریوں کے نتیجے میں عرب وعجم میں اسلام کا کلمہ سربلند ہوگیا اور دین الٰہی کا پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل کر قوموں اور معاشروں میں جڑیں پکڑنے لگا۔

كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (سورہ ابراھیم آیت ۲۴)

دنیا کے اطراف واکناف میں پھیلے ہوئے ان نئے معاشروں اور نومسلم قوموں کو سنبھالنا اور دین کے پورے پورے رنگ میں ان کو رنگنا اور اسلام کی آفاقی تعلیمات سے جو زندگی کے ہر شعبے اور مرحلے کے متعلق ہیں ان کو کما حقہ روشناس کرانا خیر القرون کے لوگوں کے لئے بہت بڑا مرحلہ تھا جو ان مقدس و پاکباز ہستیوں نے بڑی کامیابی سے سر کیا یہ مشن ان لوگوں نے اپنی پر تاثیر صحبت اور تعلیم وتعلم کے حلقوں کے ذریعے پورا کیا۔ صحابہ وتابعین کے تعلیمی حلقوں اور ان کی علمی درسگاہوں کا جو منظر تاریخ کے اوراق نے محفوظ کیا ہے وہ اسلامی تاریخ بلکہ پوری انسانی تاریخ کا نہایت زریں و درخشاں باب ہے۔ جس کا کوئی عکس ونمونہ نہ اسلام سے پہلے کی تاریخ میں ملتا ہے اور نہ اسلام کے معاصر کسی مذہب وملت اور تہذیب و معاشرہ میں ملتا ہے۔

تاریخ کا طالب علم جب خیر القرون اور اس کے بعد چار پانچ سو سال کی اسلام کی علمی تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے اور فقہ وحدیث اور روایت ودرایت کے تعلیمی حلقوں کا حال پڑھتا ہے اور علم شریعت کے پیاسے مسلمان طلباء کے علمی جنون کی داستانوں سے آگاہ ہوتا ہے تو انگشت بدنداں رہ جاتا ہے یہ طلبہ جو اسلامی

ملکوں اور خطوں کے گوشے گوشے سے تعلق رکھتے تھے جب تحصیل علم کے لئے رخت سفر باندھ کر نکلتے تو مشرق ومغرب کا چپہ چپہ چھان مارتے تھے، علم کے ہر گھاٹ پر پہنچتے تھے اور سیراب ہو کر نئی پیاس وتشنہ لبی کے ساتھ اگلے گھاٹ کا رخ کرتے تھے حتیٰ کہ تاریخ میں ان کا نام ہی جوّال اور سیّار پڑ گیا پھر ان تعلیمی اسفار اور تحصیل علم کے دوران جن مصائب ومشکلات سے وہ گزرتے اور خندہ پیشانی سے یہ بلائیں سہہ جاتے وہ ان کی عزیمت وعظمت کی ایک الگ مستقل داستان ہے جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ فقہ وحدیث کے جوّال وسیار طلبہ کے تعلیمی اسفار کی یہ داستان تو ہم کسی اور موقعہ پر سنائیں گے فی الوقت ہم صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ صدرِ اسلام کے اس علمی غلغلے نے تمام اسلامی معاشرے پر کیا اثرات ڈالے اور مشرق ومغرب میں پھیلی ہوئی امت مسلمہ کے ہر حلقے اور طبقے نے ان علمی کوششوں کا کیا اثر قبول کیا اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والوں اور کسب وکمائی کے مختلف ذرائع والوں نے کاروبار زندگی اور معاشی مشاغل کے ساتھ ساتھ تحصیلِ علم کے ذوق کی کس طرح آبیاری کی اور علم شریعت میں سے کیا حصہ پایا۔ مشہور محقق مورخ اسلام قاضی اطہر مبارکپوری علیہ الرحمہ نے ایک مقالہ خاص اس موضوع پر لکھا تھا جس کا عنوان تھا ''مسلمانوں کے ہر طبقہ اور ہر پیشہ میں علم وعلماء'' [۱]

بطور نمونہ ہم اس مقالے کے صرف عنوانات کا یہاں ذکر کریں گے۔ ہر عنوان کے تحت قاضی صاحب نے تاریخ کے عظیم الشان ذخیرے سے ہر پیشے والوں میں علم وعلماء کے حالات وواقعات پیش کئے ہیں۔ اس سے کچھ اندازہ ہوگا کہ دین اسلام اور علم کا کیسا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ بغیر تحصیل علم کے کوئی مسلمان اپنے دین کے ضروری مطالبات اور احکام بھی صحیح معنوں میں پورے نہیں کر سکتا۔ کل اور آج میں فرق یہ ہے کہ کل مسلمان ضروری علم کے بغیر مسلمانی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے خواہ وہ کسی شعبہ زندگی سے وابستہ ہوں علم شریعت کے کم از کم بقدر کفایت وضرورت حصہ کو وہ پانی اور ہوا کی طرح اپنی

---

[۱] ۱۹۵۵ء میں بمبئی میں جمعیۃ علماء ہند کی دعوت پر آل انڈیا دینی تعلیمی کنونشن منعقد ہوا تھا اس موقع پر مجلّہ البلاغ بمبئی کا شاندار تعلیمی نمبر شائع ہوا۔ اسی نمبر میں قاضی صاحب موصوف کا یہ مقالہ چھپا۔ اہل علم نے اس مقالے کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور قاضی صاحب پر زور دیا کہ وہ اس موضوع پر مزید کام کر کے اس حوالے سے زیادہ سے زیادہ مواد یکجا فرمائیں۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے اپنے مجلّہ ''صدق جدید'' میں اس مقالے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ یہ مقالہ پڑھ کر اچھے اچھے پڑھے لکھوں کی آنکھیں کھل جائیں گی (صدیق جدید فروری 1955ء) قاضی صاحب نے اس مقالے کے لئے اسلامی لٹریچر کے وسیع وعریض سمندر سے موتی چنے ہیں۔ اول تو کتب کا اتنا وسیع ذخیرہ فراہم ہونا ہر کس وناکس کے بس میں نہیں پھر اتنے وسیع ذخیرے سے اپنا مطلوبہ مواد ڈھونڈنا اور جمع کرنا جان جوکھوں کا کام ہے اس لحاظ سے دیکھا جائے تو قاضی صاحب کا یہ مقالہ جو بعد میں کتابی شکل میں بھی شائع ہوا خاص قدر وقیمت رکھتا ہے۔ امجد۔

اسلامی زندگی کے لئے ناگزیر سمجھتے تھے اور ہر حال میں اس کو حاصل کرتے تھے اور یہ کلیہ اگر صحیح ہے کہ ہر جنس اس جنس کی دکان سے ہی مل سکتی ہے اور ہر ہنر وفن اس ہنر وفن کے ماہرین سے ہی سیکھا جا سکتا ہے تو پھر دین کا صحیح علم بھی اس علم کے سرچشموں، ماہرین شرع عالموں سے اور دینی تعلیم وتعلم کے حلقوں سے ہی سیکھا جا سکتا ہے جبکہ آج مسلمانوں میں الٹی گنگا بہہ رہی ہے کہ نہ تو علم دین کی کوئی اہمیت ہے اور نہ صحیح علم دین اس کے معتبر ذرائع سے حاصل کرنے کی کوئی فکر ہے۔ جدت پسند جن مسلمان معاشروں میں اوپر سے نیچے تک سارا زور اور ساری کوشش ومحنت عصری فنون اور کسبِ معاش کی تعلیم کے لئے منحصر ہوگئی ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان ہیں مگر مسلمانی کے تقاضوں سے نابلد اور ایمانی خوبو سے عاری۔ مادیت اور فکر معاش کی ایک عالمگیر وبا ہے جس کی لپیٹ میں ساری انسانیت آ گئی ہے۔ وہ امت مسلمہ جس نے علم شریعت ہی کا چراغ ہاتھ میں لے کر صدیوں دنیا کی امامت اور انسانیت کے بچھڑے کارواں کی راہ راست کی طرف قیادت ورہنمائی کی تھی وہ امت آج خود گمراہیوں کے دلدل میں دھنستی چلی جا رہی ہے، اور گمراہ و بے راہ قوموں اور معاشروں کے نقش قدم پر چلنے کو کامیابی کی شاہ کلید سمجھ رہی ہے۔ الی اللہ المشتکیٰ۔

یہ داستانِ دردِ دل بہت لمبی ہوگئی۔ اب ہم اصل مطلب کی طرف آتے ہیں یعنی قاضی صاحب موصوف کے مقالے کی فہرست۔

لیجئے اپنی موجودہ حالتِ زار سے موازنہ کے لئے عبرت کا یہ مرقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

فہرست مضامین مقالہ ''علم وعلماء ہر پیشہ میں''

اجرت پر کتابت کرنے والوں میں علم وعلماء، جلد سازوں میں علم وعلماء، کتب فروشوں میں علم وعلماء، ریشم کے کیڑے پالنے اور ریشم بنانے والوں میں علم وعلماء، روئی کے کاشتکاروں اور تاجروں میں علم وعلماء، روئی دھننے والوں میں علم وعلماء، دھاگے اور سوت بنانے والوں میں علم اور علماء، چرخہ اور رھٹ بنانے والوں میں علم وعلماء، دھاگا بیچنے والوں میں علم وعلماء، سوزن گروں میں علم وعلماء، دھوبیوں میں علم وعلماء، استر کرنے والوں میں علم وعلماء، صابن بنانے والوں میں علم وعلماء، سوتی کپڑوں کے تاجروں میں علم وعلماء، لحاف اور رضائی کے تاجروں میں علم وعلماء، رنگریزوں میں علم وعلماء، درزیوں میں علم وعلماء، رفوگروں میں علم وعلماء، کمہاروں میں علم وعلماء، لوہاروں میں علم وعلماء، موچیوں میں علم وعلماء، حجاموں میں علم وعلماء، سقاؤں میں علم وعلماء، چٹائیاں بنانے والوں میں علم وعلماء، ٹوکری بنانے والوں میں علم وعلماء، پنکھا بنانے والوں میں علم

وعلماء، (یعنی دستی پنکھا)، شکاریوں میں علم وعلماء، باربرداروں اور بوجھ ڈھونے والوں میں علم وعلماء، چمڑے کا کام کرنے والوں (چرم ساز و دباغ) میں علم و علماء، اونٹ، بھیڑ اور بکری کے چرواہوں میں علم و علماء، گھاس، چارہ فروشوں میں علم وعلماء، لکڑ ہاروں میں علم وعلماء، بڑھئیوں میں علم وعلماء، دلّالوں میں علم و علماء، حمام والوں میں علم وعلماء، گندم فروشوں میں علم وعلماء، آٹا پیسنے، آٹا چھاننے اور آٹا بیچنے والوں میں علم و علماء، تنور بنانے والوں میں علم وعلماء، قصابوں میں علم وعلماء، مرغی پالنے اور بیچنے والوں میں علم وعلماء، ماہی گیروں اور مچھیروں میں علم وعلماء، دودھ فروشوں، گوالوں میں علم وعلماء، سبزی فروشوں میں علم وعلماء، میوہ فروشوں میں علم و علماء، تیلیوں میں علم و علماء، روغن فروشوں میں علم و علماء، گھی کے تاجروں میں علم و علماء، گڑ بنانے والوں، شکر سازوں اور حلوائیوں میں علم و علماء، شہد کا کاروبار کرنے والوں میں علم و علماء، سرکہ بنانے والوں میں علم وعلماء، معماروں میں علم وعلماء، اینٹ بھٹے والوں میں علم وعلماء، عمارتی پتھر اور لکڑی کے تاجروں میں علم وعلماء، چھتوں، دیواروں میں نقش ونگار کرنے والوں میں علم وعلماء، قبہ اور گنبد بنانے والوں میں علم وعلماء،۔ یہ ہیں وہ عنوانات جن میں سے ہر عنوان کے تحت پھر اس پیشہ سے تعلق رکھنے والے علماء اور ان کے علمی حالات کا کہیں مختصر کہیں ذرا مفصل تذکرہ قاضی صاحب نے کیا ہے۔

کیا آج مسلمان کاروبار زندگی کے مختلف میدانوں میں ماضی کی اس سنہری روایت کا معمولی نمونہ بھی پیش کر سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں۔ اور اس عام دینی جہالت کے باوجود ہر نو تعلیم یافتہ جو کلمہ طیبہ کا تلفظ بھی شائد ٹھیک نہ ادا کرسکتا ہو وہ مجتھد بنا ہوتا ہے اور اپنی سڑی ہوئی غلامانہ ومغرب سے مرعوبانہ ذہنیت کے آگے ائمہ سلف اور فقہاء مجتہدین کے علم وفضل کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔ **فما ذا بعد الحق الاالضلال**

تذکرۂ اولیاء

مفتی محمد امجد حسین

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

صحابیٔ رسول حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام نامی اسمِ گرامی صہیب، کنیت ابو یحیٰی، ولدیت سنان اور والدہ کا نام سلمٰی بنتِ قعید تھا۔

آپ کا اصلی وطن ایک روایت کے مطابق موصل کے قریب دریائے دجلہ کے کنارے کا ایک گاؤں تھا، دوسری روایت کے مطابق الجزیرہ کا ایک گاؤں تھا، آپ کے والد اور چچا ایران کے کسریٰ بادشاہ کی طرف سے ابلّہ نامی علاقے کے حاکم وعامل تھے، آپ ابھی بچے ہی تھے کہ رومی فوج نے ابلّہ پر حملہ کیا، غارت گری میں یہ معصوم بچہ بھی رومیوں کے ہاتھ لگا، اور رومی لوٹ کے مال میں ان کو بھی ساتھ لے گئے، اس معصوم بچے کی جدائی جو اپنے والدین کی آنکھ کا تارا اور ایک صاحبِ حیثیت وصاحبِ حکومت ووجاہت گھرانے کے آنگن کی بہار تھا، والدین کے لیے بڑے کرب واذیت اور غم وصدمہ کا باعث ہوئی، اُن کی پُر بہار زندگی خزاں رسیدہ ہوگئی۔

کچھ ایسے لوگ جنہیں فصل گل ولالہ نے پالا تھا یہ واقعہ ہے کہ ستم کش خزاں بھی رہے

ان کی بہن اور چچا نے ان کی تلاش میں علاقوں کے علاقے چھان مارے، تمام میلوں، موسمی بازاروں، اور مجمع گاہوں میں دیوانہ وار پھرے لیکن گوشہ گم نامی میں جا بسنے والے اس یوسفِ مقصود کا کوئی سراغ نہ ملا۔

آپ رومیوں میں ہی پرورش پا کر جوان ہوئے، عرب قبیلہ بنوکلب کے لوگوں نے ان کو وہاں سے خریدا اور مکہ معظّمہ اپنے ساتھ لے آئے، ان سے عبداللہ بن جدعان نامی ایک صاحب نے خرید کر آزاد کردیا، اس طرح صہیب عبداللہ کے حلیف بنے اور مکہ معظّمہ میں ہی رہتے رہے، اسی دوران مکہ معظّمہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپ کی دعوت وتبلیغ کی صدا سلیمُ الفطرت دلوں کو اپنی طرف کھینچنے لگی؛ حضرت صہیب کو بھی اس آواز نے اپنے سحر میں لے لیا، چنانچہ آپ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے، حسنِ اتفاق دیکھیے کہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں آتے ہوئے راستے میں آپ کو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی مل گئے، وہ بھی نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے آرہے تھے، اس طرح دونوں ایک ساتھ حاضرِ خدمت ہوکر اسلام سے متعارف ہوئے اور اسی مجلس میں اسلام قبول کرلیا، پھر اس راستے میں جو

تکلیفیں بھی آئیں ہنسی خوشی سہتے رہے، اسلام کا ابتدائی دور کسمپرسی، مظلومیت اور ابتلاء و آزمائش کا تھا، اس دور کی روشن تاریخ میں جن بزرگوں نے اپنی عزیمت و استقامت سے رنگ بھرا ہے، اور اس مشکل ترین وقت میں حضورِ نبی کریم ﷺ کا ساتھ نبھایا ہے، اس میں جہاں ایک طرف حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہم جیسے خاندانی، اور عالی نسب قریشی ہستیاں تھیں تو دوسری طرف کچھ غریبُ الدیار و بے آسرا نوجوان بھی تھے، ان میں نمایاں ترین یہ نام ہیں:

حضرت بلال حبشی، حضرت صہیب رومی، حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حباب بن ارت رضی اللہ عنہم۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی ملاحظہ ہو کہ ہدایت مقدر نہ تھی، تو نبوت کے گھرانے سے اور خاص خاک مکہ سے ابوجہل پیدا ہوتا ہے، جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن اور اس امت کا فرعون تھا اور جن کے مقدر میں ہدایت تھی وہ سمندر پار حبشہ سے، قیصر کی قلمرو، روم سے، اور کسریٰ کی سلطنت ایران سے آ کر اپنا حصہ پا جاتے ہیں؛ اقبال مرحوم نے اس حقیقت کو یوں تعبیر کیا ہے:

حسن ز بصرہ، بلال ز حبش، صہیب ز روم ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است

ہجرت: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ہجرت کرنے میں سب سے پیچھے تھے، آپ جب ہجرت کے ارادہ سے چلے ہیں، تو مشرکین راہ میں مزاحم ہوئے، آپ کا پیچھا کیا، اور آپ کو مخاطب کر کے کہنے لگے:

"تم ہمارے یہاں مفلس ومحتاج آئے تھے، مکہ میں رہ کر کمایا جو کچھ کمایا، اور اب یہ کمائی اور مال مکہ سے باہر لیے جاتے ہو، ایسا ہرگز نہ ہوگا"

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اپنا تیروں سے بھرا ترکش دکھا کر کہا، اے گروہِ قریش! تم جانتے ہو میں تم سب میں زیادہ ماہر نشانہ باز ہوں، خدا کی قسم جب تک ایک تیر بھی میرے ترکش میں ہے، تم میرے قریب نہیں پھٹک سکتے، اس کے بعد میں پھر تلوار سے تمہارا مقابلہ کروں گا۔ اگر صرف میری دولت پر نظر ہے تو اگر دولت لے کر میرا پیچھا چھوڑ دو گے تو اپنی دولت سے میں خود ہی رضا کارانہ طور پر دستبردار ہوتا ہوں، اس طرح قریش نے آپ کا تعاقب چھوڑ دیا اور آپ دنیا کا مال و متاع ان کے حوالے کر کے اس کے بدلے ایمان کی جنس کے ساتھ مدینہ میں آقا ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔

نبی علیہ السلام نے آپ کی ہجرت کی یہ کارگزاری جب آپ سے سُنی تو فرمایا:

ابویحییٰ! تمہاری تجارت بڑی منفعت بخش رہی۔

اس موقعہ کی یہ آیت ہے:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (سورة بقرة آیت نمبر۲۰۷)

ترجمہ: لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو خدا کی رضا کے لیے اپنی جانیں بیچ دیتے ہیں

سیرت واخلاق: آپ حضور علیہ السلام کو نبوت ملنے سے پہلے سے آپ ﷺ کے ساتھ میل جول رکھتے تھے، اس وجہ سے آپ کو آفتابِ نبوت سے کسبِ فیض واخذِ فضل وکمال میں بہت رسوخ حاصل تھا، اور آپ ہر ادا میں اسلام کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

حلیہ: آپ کا قد درمیانہ سے کچھ کم، چہرہ نہایت سرخ، سر کے بال گھنے تھے، بڑھاپے میں بالوں پر مہندی لگاتے تھے۔

وفات: آپ کی وفات ۳۸ھ میں ہوئی، اور بقیع کے قبرستان میں تدفین ہوئی، یہ خلافتِ راشدہ کا آخری دورتھا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ　ع　خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اسلامی کتب خانہ

مدیر: گوہر رحمٰن

قرآن پاک، تفاسیر، احادیث، فقہ، تاریخ اور ہر قسم کی اسلامی کتب کے علاوہ، اسلامی کیسٹیں

25 سے 50 فیصد تک رعایت

خیابانِ سرسید، سیکٹر2، عظیم مارکیٹ، نزد CDA اسٹاپ، مین روڈ، راولپنڈی

فون: 051-4830451 = موبائل: 0300-5065172-0333-5456375

المصنفات فی الحدیث

صفحات: 495

تصنیف: مولانا محمد زمان کلاچوی == پیشِ لفظ: مولانا عبدالقیوم حقانی

مصنفات فی الحدیث کے موضوع پر ایک تاریخی وتحقیقی شاہکار، ڈیڑھ سو کتب سے مرتب شدہ

ناشر: القاسم اکیڈیمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان ☎ 0923-630237

پیارے بچّو! حافظ محمد ناصر

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

سونے اور جاگنے کے اچھے طریقے

پیارے بچو! ہمیں اللہ کا شکر کرنا چاہیے کہ اللہ نے ہمیں مسلمانوں کے گھر پیدا کیا اور مسلمان بنایا اس لیے کہ اسلام مسلمانوں کو ہر کام کرنے کا اچھا طریقہ سکھاتا ہے اور بُرے طریقوں سے منع کرتا ہے، چاہے وہ کام دین کا ہو یا دنیا کا، پڑھنے لکھنے کا کام ہو یا کھانے پینے کا اور کھیلنے کودنے کا ہو یا سونے جاگنے کا۔

پیارے بچو! تمہیں معلوم ہے کہ جب درخت سے کوئی لکڑی اور ٹہنی توڑی جاتی ہے تو شروع شروع میں وہ ٹہنی اور لکڑی گیلی اور نرم ہوتی ہے، اس کو جس طرح موڑا جائے وہ مُڑ جاتی ہے، لیکن پھر کچھ وقت گزرنے کے بعد وہ لکڑی یا ٹہنی سوکھ کر سخت ہو جاتی ہے اور جس حالت پر لکڑی سوکھتی ہے اسی حالت پر ہمیشہ رہتی ہے، پھر وہ مُڑتی نہیں ہے۔

بچو! تمہاری بھی اس وقت یہی حالت ہے اور تم اس وقت گیلی لکڑی کی طرح ہو، اس وقت تم اپنے اندر اچھی عادتیں بھی پیدا کر سکتے ہو اور بری عادتیں بھی پیدا کر سکتے ہو، اچھے کاموں کی عادت ڈالو گے تو بڑے ہو کر بھی اچھے کام کرو گے اور اگر برے کاموں کی عادت ڈالو گے تو بڑے ہو کر بھی برے کام کرو گے۔ اس لیے اگر تم چاہتے ہو کہ تم بڑے ہو کر اچھے انسان بنو، تو ابھی سے ہی اچھے اچھے کاموں کی عادتیں ڈالو اور برے کاموں کی عادت بالکل بھی نہ ڈالو۔ بچو! آج ہم تمہیں سونے اور جاگنے کے کچھ اچھے طریقے بتلائیں گے جو اسلام نے ہمیں سکھائے ہیں۔

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے دن کام کرنے اور محنت کرنے کے لیے بنایا ہے اور رات آرام کرنے اور سونے کے لیے بنائی ہے، اس لیے ہمیں دن میں اپنے سارے کام ختم کر لینے چاہئیں اور رات کے وقت سونا چاہیے، رات کا وقت کھیل کود کر اور فضول باتیں کر کے ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ جو لوگ دن میں اپنے کام کرتے ہیں اور رات کو صحیح وقت پر سوتے اور آرام کرتے ہیں، اُن کے دن کے سارے کام ٹھیک ہوتے ہیں اور پھر دن کے وقت کام کاج کرنے اور لکھنے پڑھنے میں سُستی اور نیند بھی نہیں آتی، ایسے لوگ صحت مند اور خوش رہتے ہیں؛ اور جو لوگ دن میں اپنے کام نہیں کرتے تو وہ لوگ پریشان رہتے ہیں، اُنہیں رات کو بھی سکون سے نیند نہیں آتی۔ اس لیے تمہیں چاہیے کہ دن میں اپنی پڑھائی لکھائی اور دوسرے

Idara Ghufran

سارے کام ختم کرلیا کرو اور جب رات ہوجائے تو عشاء کی نماز پڑھ کر سونے کی تیاری شروع کردیا کرو۔

بچو! اپنے روزانہ سونے اور جاگنے کا وقت مقرر کرلینا چاہیے اور روزانہ اسی وقت سونا اور جاگنا چاہیے، جو لوگ سونے اور جاگنے میں گڑبڑ کرتے ہیں اور کسی دن کسی وقت سوتے ہیں اور کسی دن کسی دوسرے وقت سوتے ہیں، تو ایسے لوگوں کے سارے کاموں میں گڑبڑ رہتی ہے، اس لیے سونے کا ایک وقت مقرر کرلینا چاہیے اور پھر اس وقت پر سونے کی پابندی کرنی چاہیے۔ بچو یاد رکھو کہ رات کو سونے کا وقت عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد شروع ہوتا ہے، کیونکہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونے سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سوجانا اچھی بات نہیں، اور اس میں بہت سی برائیاں ہیں؛ جو لوگ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں اُن کی عشاء کی نماز زیادہ تر چھوٹ جاتی ہے، اور نماز چھوڑ دینا بہت گندی بات ہے، نماز نہ پڑھنے والے لوگوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اس لیے باقی چار نمازوں یعنی فجر، ظہر عصر اور مغرب کی طرح عشاء کی نماز بھی پڑھا کرو۔

بچو! رات کو عشاء کے بعد جلدی سوجانے کے بہت سارے فائدے ہیں، اس سے صحت بھی اچھی ہوتی ہے، نیند بھی پوری ہوتی ہے اور اگلے دن کے سارے کام اچھی طرح ہوتے ہیں اور پڑھائی میں بھی دل لگتا ہے جبکہ رات کو دیر سے سونے کی عادت ڈالنا اچھی بات نہیں، ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد بلاضرورت دنیا کی باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے؛ اسی طرح دوپہر کے وقت بھی تھوڑی دیر لیٹ جانا یا سوجانا ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کا طریقہ اور سنت ہے۔

پیارے بچو! رات کو کھانا کھائے بغیر سوجانا بھی ٹھیک نہیں ہے، بلکہ کچھ نہ کچھ کھا کر سونا چاہیے، اگر بھوک نہ ہو تب بھی تھوڑا سا کھانا ضرور کھالینا چاہیے اور کھانا کھانے کے فوراً بعد سوجانا بھی صحت کے لیے ٹھیک نہیں ہے، کھانا کھانے کے بعد جلدی سوجانے سے کئی قسم کی بیماریاں پیدا ہوسکتی ہیں، اس لیے کھانا کھانے کے دو یا تین گھنٹے بعد سونا چاہیے؛ اور سونے سے پہلے ہاتھ، منہ اور دانت وغیرہ اچھی طرح صاف کرلینے چاہئیں، کیونکہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ منہ وغیرہ پر کھانے وغیرہ کی چکنائی لگی ہوتی ہے اور ہاتھ منہ دھوئے بغیر سوجانے سے کوئی جانور، کیڑا یا مچھر مکھی وغیرہ ان جگہوں پر کاٹ سکتے ہیں، اور اسی طرح کئی جراثیم بھی لگ سکتے ہیں اور رات کو دانت صاف نہ کرنے کی وجہ سے دانتوں پر کیڑے بھی لگ جاتے ہیں، پھر منہ اور دانتوں کے ذریعے یہ کیڑے اور میل کچیل سانس کے ساتھ پیٹ کے اندر چلے جاتے ہیں اور انسان کو کئی طرح کی بیماریاں لگ سکتی ہیں۔ اور سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ سونے سے پہلے ہاتھ منہ وغیرہ صاف

کر لینے سے ثواب بھی ملتا ہے کیونکہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے سونے سے پہلے ہاتھ منہ وغیرہ کی چکنائی صاف کر لینے کا حکم فرمایا ہے۔ بچو رات کو سونے سے پہلے پیشاب کر لینا چاہیے، ورنہ تو بستر پر پیشاب نکل سکتا ہے یا پھر پیشاب پیٹ میں رہنے کی وجہ سے بیماری بھی ہو جاتی ہے، یا پھر رات کو پیشاب کرنے کے لیے اُٹھنا پڑے گا جس کی وجہ سے نیند خراب ہوگی۔ اسی طرح سونے سے پہلے اپنا بستر خود بچھانا اور صاف کرنا اور صبح اُٹھ کر اپنا بستر خود تہہ کر کے اس کی جگہ پر رکھنا چاہیے، اپنے ماں باپ یا بہن بھائیوں کے اوپر بستر بچھانے اور اٹھانے کی ذمہ داری ڈالنا اچھی بات نہیں۔ اور جو بچے زمین پر سوتے ہیں انہیں نرم بستر بچھا کر سونا چاہیے، اس لیے کہ بغیر بستر کے خالی زمین اور فرش پر سو جانے سے مختلف قسم کی بیماریاں لگ سکتی ہیں۔

پیارے بچو! رات کا کھانا کھانے، عشاء کی نماز پڑھنے اور ہاتھ منہ اور دانت صاف کرنے اور اپنا بستر درست کر لینے کے بعد جب تم سونے لگو تو سونے کی دعا پڑھ لیا کرو، وہ دعا یہ ہے: "**اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا**"۔ اس دعا کو پڑھ کر سونے کے بہت سے فائدے ہیں۔

بچو! لیٹنے اور سونے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دائیں کروٹ پر لیٹو اور پھر بعد میں بائیں طرف کروٹ لے لو، اس لیے کہ دائیں کروٹ پر لیٹنے میں ثواب ملتا ہے اور بائیں طرف کروٹ لینے میں اچھی طرح سکون سے نیند آتی ہے؛ جب تم اس طرح دونوں طرف کروٹ لے کر سوؤ گے تو ثواب بھی مل جائے گا اور اس طرح سونے سے تمہاری صحت بھی اچھی ہوگی؛ لیکن بلا ضرورت سیدھا لیٹنے یا اُلٹا لیٹنے کی عادت ڈال لینا درست نہیں، اس طرح لیٹنے سے دوسری بیماریوں کے علاوہ نظر کمزور ہونے کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔

بچو جب تم سو کر اُٹھو تو سو کر اُٹھنے کی دعا بھی پڑھ لیا کرو، سو کر اُٹھنے کی دعا یہ ہے: **اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَااَمَاتَنَاوَاِلَیْہِ النُّشُوْرِ**. اسی طرح جب صبح سو کر اُٹھیں تو اپنے ماں، باپ اور بہن بھائیوں کو سلام کرنا چاہیے اور سب سے پہلے پیشاب وغیرہ کر کے ہاتھ منہ دھو لینا چاہیے۔

بچو! آٹھ سال سے بیس سال کی عمر ایسی ہے جس میں روزانہ دن رات میں تقریباً نو دس گھنٹے سونا کافی ہے، اس لیے جو بچے اس عمر کے ہوں انہیں دن رات میں نو دس گھنٹے نیند کر لینی چاہیے۔

بچو سونے کے بارے میں جو باتیں تمہیں بتائی گئی ہیں، اگر تم ان پر آج سے ہی عمل شروع کر دو گے تو کچھ دن تو مشکل اور پریشانی ہو سکتی ہے لیکن پھر تمہیں ان کاموں کی عادت ہو جائے گی اور ان کاموں کے کرنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔

Idara Ghufran

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

زیب وزینت کی شرعی حیثیت اور حدود (قسط۲)

معزز خواتین! بات یہ چل رہی تھی کہ خواتین کے لئے سر کے بالوں سے متعلق اصل شرعی حکم سر پر بال رکھنے کا ہے، البتہ بعض مخصوص صورتوں میں بال کٹوانے کی گنجائش ہے جس کی تفصیل آگے ذکر کی جاتی ہے۔

(۱)......بچیوں کے بال کٹوانا

ولادت کے بعد جب تک بچی قریب البلوغ نہ ہوجائے یعنی نو سال سے کم عمر تک خوبصورتی یا کسی اور جائز مقصد کے لئے اس کے بال کٹوانا جائز ہے لیکن اس میں بھی دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے، اول یہ کہ بال ایسی طرز پر نہ کٹوائے جائیں جس سے کفار اور یہود ونصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہوجائے دوسرے ایسی طرح بال نہ کٹوائے جائیں کہ بعض بال زیادہ کٹ جائیں اور بعض کم بلکہ سارے سر کے بال برابر طور پر کٹوائے جائیں (ملاحظہ ہو ''عورت کے لئے بناؤ سنگار کے شرعی احکام ص۳۲ بتغیر)

(۲)......بیماری اور عذر کی وجہ سے بال کٹوانا

اگر کسی عورت کے سر میں کوئی بیماری یا درد وغیرہ پیدا ہوجائے جس کا علاج سر مونڈے بغیر نہ ہوسکتا ہو تو ایسی حالت میں بوجہ مجبوری یعنی شرعی عذر کی بناء پر بالوں کا کٹوانا جائز ہے لیکن اگر بال کٹوائے بغیر اس کا علاج کسی طرح ممکن و جائز ہو تو پھر بال کٹوانے کی شرعاً اجازت نہ ہوگی، اسی طرح عذر دور ہوتے ہی مذکورہ اجازت بھی ختم ہوجائیگی (ملاحظہ ہو امداد الاحکام ج۴ ص۳۴۱ و ''عورت کے لئے بناؤ سنگار کے شرعی احکام'' ص۳۱ و ۳۲ بتغیر)

(۳)......بال بڑھانے کے لئے بالوں کی نوکیں کاٹنا

بعض خواتین کے بالوں کے اختتام یعنی کناروں اور سروں پر بالوں کے دو سرے یا دو منہ ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے بالوں کی افزائش بند ہوجاتی ہے اور ایسے بالوں میں کنگھا کرنے میں بھی مشکل پیش آتی ہے اگر ان بالوں کے سروں کو کاٹ دیا جائے تو پھر بال بڑھنے شروع ہوجاتے ہیں تو ایسی صورت میں بالوں کی افزائش کے لئے بالوں کے سرے معمولی طور پر کاٹنا جائز ہے (ملاحظہ ہو ''عورت کے لئے بناؤ سنگار کے

شرعی احکام ص ۳۱)

(۴)......حج یا عمرے کے احرام سے نکلنے کے لئے بال کٹوانا

اگر کوئی خاتون حج یا عمرے کے احرام میں ہو تو ان میں سے جس عبادت کے لئے احرام شروع کیا تھا اس کے تمام ارکان و واجبات ادا کر لینے کے بعد احرام کی پابندیوں سے نکلنے کے لئے کم از کم چوتھائی سر کے بال لمبائی میں کم از کم انگلی کے ایک پورے کے برابر کٹوانا ضروری ہے ورنہ احرام کی پابندیاں ختم نہیں ہوتیں (عامۃ کتب الفقہ والحج)

فیشن کے طور پر بال کٹوانا

یہ تو خواتین کے حق میں سر کے بال کٹوانے کی چند جائز صورتوں کا بیان تھا لیکن آجکل اکثر و بیشتر خواتین محض فیشن اور کافر عورتوں یا مردوں کی مشابہت و نقالی اور ان جیسا دکھائی دینے کے ارادے سے سر کے بال خاص انداز سے کٹواتی ہیں جس کا برا اور ملعون ہونا گذشتہ مضمون میں احادیث کی رو سے بیان کیا جا چکا ہے۔

بال کٹوانے والی خواتین کی غفلت

پھر ایسی خواتین میں بعض تو وہ ہیں جن کو شاید اس عمل کا گناہ ہونا معلوم ہو اور وہ اپنے آپ کو گنہگار سمجھتے ہوئے ماحول سے متاثر ہو کر اور اپنے آپ کو ماڈرن دکھانے کے لئے ایسا کرتی ہوں۔

اور بعض وہ ہیں جن کو اس بات کا علم ہی نہیں کہ ہم جائز کام کر رہی ہیں یا ناجائز۔ یا ایسا کرنے سے ہمیں گناہ ہوگا یا نہیں اور نہ ان کو اتنا شعور یا فکر ہے کہ اس کام کا شرعی حکم معلوم کریں بس خالی الذہن ہو کر چلتے ہوئے رسم و رواج اور فیشن کی رو میں بہے چلی جا رہی ہیں۔

بال کٹوانے کو گناہ نہ سمجھنا

اور بعض خواتین ایسی ہیں کہ وہ بال کٹواتی ہیں اور اس کو گناہ نہیں سمجھتیں بلکہ جائز کام سمجھتی ہیں اور دوسروں کو بھی اس کے جواز کا قائل کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور اس سلسلے میں مخصوص عذر والی جائز صورتوں سے متعلق دلائل دے کر دوسروں کو دھوکہ میں مبتلا کرتی ہیں، حالانکہ عذر اور بغیر عذر دونوں کے احکام الگ الگ ہوا کرتے ہیں اور یہ بڑی خطرناک بات ہے کہ انسان گناہ کو گناہ نہ سمجھے بلکہ جائز کام سمجھ کر کرے

کیونکہ اس سے بعض دفعہ انسان کا ایمان ہی ضائع ہو جاتا ہے۔

غلط فہمی کا ازالہ

بال کٹوانے کو جائز قرار دینے والی بعض خواتین کو مسلم شریف کی ایک حدیث سے غلط فہمی لگی ہے جس کی بناء پر امہات المومنین کی طرف بال کٹوانے کے عمل کو منسوب کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جب امہات المومنین سے بال کٹوانا معلوم ہو رہا ہے تو پھر عام مسلم خواتین کے لئے بھی بال کاٹنا جائز ہونا چاہئے۔ [1]

تو اس بارے میں سمجھ لینا چاہئے کہ اولاً تو اس حدیث کا بال کٹوانے والا مفہوم یقینی نہیں بلکہ اس میں دوسرے مفہوم کا امکان بھی ہے۔

چنانچہ احادیث کے شارحین فرماتے ہیں کہ بعض ازواج مطہرات اپنے لٹکے ہوئے بالوں کو سمیٹ کر گدی یا سر پر باندھ لیتی تھیں اور مینڈھیاں وغیرہ نہیں بناتی تھیں جس کی وجہ سے ان کے بال کندھوں سے کچھ نیچے تک کٹے ہوئے بالوں کی طرح معلوم ہوتے تھے اور کانوں سے نیچے نہ آتے تھے اور یہاں تک کی مقدار کے بالوں کو عربی میں ''وفرہ'' کہا جاتا ہے۔ ورنہ درحقیقت ازواج مطہرات اپنے بالوں کو کترواتی نہیں تھیں جیسا کہ اس دور میں عورتیں کرتی ہیں اور آج کل بھی بعض عورتیں غسل کے وقت سر دھونے کے بعد اس طرح بالوں کو سمیٹ کر گدی پر باندھ لیتی ہیں (ملاحظہ ہو فتح الملہم شرح صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب القدر المستحب من الماء ج۳ ص۱۵۶ نیز ملاحظہ ہو بوادر النوادر ص۳۷۲)

اس مطلب کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ یہ بال دیکھنے کا واقعہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غسل کرنے کے بعد کا ہے۔ راوی نے ان کے بالوں کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ کترواتی ہیں ورنہ درحقیقت وہ بال گدی پر بندھے ہوتے تھے۔ نیز امام مسلم رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو غسل کے دوران استعمال ہونے والے پانی کی مستحب مقدار کے باب میں لائے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تو محرم ہیں لیکن بقیہ ازواج

---

[1] مسلم شریف کی اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنی عبیدالله بن معاذ العنبری ثنا ابی ثنا شعبة عن ابی بکر بن حفص عن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن قال دخلت علیٰ عائشه انا و اخوها من الرضاعة فسئالها عن غسل النبی صلی ا لله علیه وسلم من الجنابة فدعه باناء قدر الصاع فاغتسلت و بیننا وبینها ستر وأفرغت علیٰ رأسها ثلاثا قال وکان ازواج النبی صلی الله علیه وسلم یأخذن من رء وسهن حتیٰ تکون کالوفرة (رواه مسلم ج ۱ ص ۱۴۸ کتاب الحیض باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابة)

مطہرات رضی اللہ عنہن کے محرم نہیں ہیں اس لئے بقیہ ازواج مطہرات کے بالوں کے بارے میں تو نہ راوی ابوسلمہ عبدالرحمٰن کا مشاہدہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس کا ثبوت ہے البتہ یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ راوی نے جمع کے صیغے کے ساتھ واقعہ کا تذکرہ کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ایک سے زیادہ ازواج مطہرات کا ہے لیکن یہ شبہ بھی بے معنیٰ ہے، کیونکہ جمع کا صیغہ احترام اور ادب کے طور پر صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے بولا گیا ہے اور مراد تنہا حصرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بال چونکہ بیماری کی وجہ سے جھڑ گئے تھے جیسا کہ بخاری شریف کی روایت سے ثابت ہے چنانچہ بخاری میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ میری عمر چھ سال کی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح ہوا پھر ہم (ہجرت کرکے) مدینہ آئے تو بنی حارث بن خزرج (کے مکان) میں اترے پھر مجھے (اتنا شدید) بخار آیا کہ میرے سر کے بال گرنے لگے اور وہ کانوں تک رہ گئے الخ (بخاری شریف ج۱ص۵۵۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بال کٹواتی نہ تھیں بلکہ بیماری کی وجہ سے آپ کے بال جھڑ گئے تھے جس کی وجہ سے راوی کو کٹے ہوئے معلوم ہوئے۔

اس کے علاوہ اس حدیث کا ایک مطلب یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ ''اس بات کا احتمال ہے کہ بڑھاپے کی حالت میں بال کم ہوگئے ہوں'' اور راوی نے اپنے فہم کے مطابق یہ سمجھا ہو کہ ازواج مطہرات بال کترواتی ہوں لہٰذا اسے ''أخذ'' کے لفظ سے بیان کر دیا جبکہ درحقیقت بال بڑھاپے کی وجہ سے غیر اختیاری طور پر کم ہوگئے ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ خاص طور پر زیادہ عمر ہوجانے کے بعد اکثر عورتوں کے بال کنگھی کرنے سے گرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ چھوٹے ہو جاتے ہیں، اور دیکھنے والے کو کٹے ہوئے بالوں کی طرح محسوس ہوتے ہیں۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کثرت سے عمرہ کرکے اور ہر عمرہ کے بعد احرام سے نکلنے کے لئے بال کٹوانے سے چھوٹے ہوگئے ہوں اور دیکھنے والے راوی نے اس حالت میں ان کو دیکھ کر مذکورہ واقعہ نقل کیا ہو۔

اس کے علاوہ اس حدیث میں اور بھی کئی احتمالات پائے جاتے ہیں مثلاً ایک تو اس روایت میں راوی نے اپنا مشاہدہ بیان نہیں کیا دوسرے اس روایت کے راوی ابوسلمہ عبدالرحمٰن ہیں جو ازواج مطہرات کے شرعی محرم نہیں تھے کہ انہوں نے ازواج مطہرات کے کٹے ہوئے بالوں کا مشاہدہ کیا ہو اور نہ ہی کسی مشاہدہ کرنے والے واسطے کا ذکر کیا ہے لہٰذا یہ روایت مجہول ہونے کی وجہ سے حجت نہیں۔

تیسرے اس روایت میں ''کالوفرة'' کے الفاظ آئے ہیں جس میں بہت سے جائز احتمالات پائے جاتے ہیں مثلاً ''وفرہ'' وہ بال ہیں جو مونڈھوں سے نیچے ہوں اور روایت میں تو مثل وفرہ کے الفاظ آئے ہیں جو اس سے بھی نیچے ہوں گے پس اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے متعین طور پر ایسی چیز کو جائز قرار دینا جس کا ناجائز ہونا دوسرے دلائل سے متعین ہو صحیح نہیں (ملخص از امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۱۸ وامداد الاحکام ج ۴ ص ۳۵۷، بتغیر)

غرضیکہ اتنے سارے جائز و درست احتمالات کے ہوتے ہوئے اور حدیث پاک کے ایسے بے تکلف مفہوم کے ہوتے ہوئے جس سے دیگر صحیح احادیث اور امت کے اجماعی تعامل سے ٹکراؤ بھی پیدا نہ ہو اور شریعت کا کوئی عمومی ضابطہ بھی نہ ٹوٹتا ہو حدیث پاک کو ایک مروجہ فیشن کی تائید کے لئے پیش کرنا بہت بڑی جسارت ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

خلاصہ یہ کہ چند معذوری والی استثنائی صورتوں کے علاوہ خواتین کے لئے قرآن و حدیث کی روشنی میں شریعت کا عمومی حکم یہ ہے کہ سر کے بال کٹوانا کئی وجوہات کی بناء پر ناجائز اور سخت گناہ ہے۔

شوہر کی اجازت سے بال کٹوانا

بعض خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ ویسے تو خواتین کے لئے بال کٹوانا جائز نہیں لیکن اگر شوہر کی اجازت ہو یا شوہر اس کا حکم دے تو پھر عورت کے لئے بال کٹوانے میں کوئی گناہ نہیں تو یاد رکھنا چاہئے کہ شریعت نے اگرچہ عورتوں کو شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کا پابند کیا ہے اور شوہر کی خوشنودی کی خاطر زیب و زینت کی بھی اجازت دی بلکہ اس کو عبادت قرار دیا ہے لیکن یہ پابندی اور اجازت صرف ان کاموں میں ہے جو شرعاً جائز ہوں باقی وہ کام جو شرعاً ناجائز ہیں ان میں شوہر کی اطاعت جائز نہیں کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

''**لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق**'' (مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۱)

یعنی جس کام کے کرنے سے خالق جل شانہٗ کی نافرمانی ہوتی ہو اس میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں خواہ وہ مخلوق شوہر ہو یا والدین یا کوئی اور۔

لہٰذا خواہ شوہر اجازت دے یا شوہر کی تمنا اور پسند ہو یا شوہر حکم کرے، عورت کے لئے بال کٹوانا جائز نہیں جیسا کہ شوہر کی خوشنودی کی خاطر بے پردگی کرنا خوبصورتی کے لئے دانتوں میں چھید کروانا اور بھویں باریک کرنا جائز نہیں، کیونکہ ان کاموں کی احادیث میں ممانعت آئی ہے اسی طرح بال کٹوانے کا مسئلہ بھی ہے۔

(جاری ہے..........)

آپ کے دینی مسائل کا حل — ادارہ

فرض نماز کے بعد دُعا کا شرعی حکم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

فرض نماز کے بعد دُعا کرنا اور دُعا میں ہاتھ اُٹھانا اور دُعا کے اختتام پر چہرے پر ہاتھ پھیرنا حضور ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں؟، اور فقہائے کرام کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

نیز اگر فرض نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے تو امام اور مقتدیوں کو ایک ساتھ دُعا کرنا کیسا ہے؟

بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں، اور وہ فرض نماز کے بعد قطعاً دُعا نہیں کرتے؛ جبکہ بعض لوگ فرض نماز کے بعد دُعا پر بہت زور دیتے ہیں اور بعض جگہ فرض نماز کے بعد امام اور مقتدی سب ایک ساتھ مل کر اس طرح دُعا کرتے ہیں کہ امام صاحب بلند آواز سے عربی یا دوسری زبان میں دُعا کرتے ہیں اور مقتدی اس امام کی دُعا پر بلند آواز سے آمین آمین کہتے جاتے ہیں؛ اس طرح بلند آواز سے دُعا کرنے کی وجہ سے جو مقتدی اپنی چھٹی ہوئی نماز کی رکعت ادا کررہے ہوتے ہیں، اُن کی نماز میں خلل آتا ہے۔

اور اس سلسلہ میں جب مختلف ائمہ حضرات سے مسئلہ معلوم کیا جاتا ہے تو کوئی کچھ جواب دیتا ہے اور کوئی کچھ جواب دیتا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس مسئلہ کو تفصیل سے بیان کردیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

فرض نماز کے بعد دُعا کرنا حضور ﷺ کے قول وعمل سے ثابت ہے، اور دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھانا اور دُعا کے اختتام پر چہرے پر ہاتھ پھیر لینا بھی حضور ﷺ سے ثابت ہے، حضور ﷺ خود بھی فرض نماز کے بعد دعا فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی ترغیب دیا کرتے تھے۔

اسی وجہ سے فرض نماز کے بعد دعا کرنا مرد وعورت، تنہا نماز پڑھنے والے اور جماعت سے نماز پڑھنے والے سب کے لیے سنت ومستحب ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ آہستہ آواز میں دعا کی جائے، اور جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں مختصر دعا پر اکتفاء کیا جائے اور اس کے بعد سنتیں ادا کی جائیں۔

احادیث وروایات سے نماز کے بعد دُعا کا ثبوت

نماز کے بعد دُعا کرنے کا ذکر بہت سی احادیث وروایات میں آیا ہے؛ اختصار کے پیشِ نظر صرف چند احادیث وروایات ذیل میں ترجمہ سمیت نقل کی جاتی ہیں:

(۱)...... حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللہِ ! اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ ؛ جَوْفُ اللَّیْلِ الْآخِرِ وَدُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَکْتُوْبَاتِ (ترمذی، ابواب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ ،وقال حدیث حسن، عمل الیوم واللیلة ،باب مایستحب من الدعاء دبر الصلوات المکتوبات)

ترجمہ: ''(حضور ﷺ سے) عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کس وقت کی دُعا زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رات کے آخری حصہ کی دُعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دُعا (زیادہ مقبول ہوتی ہے)'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث سے فرض نمازوں کے بعد دُعا کی اہمیت واضح طور پر ثابت ہوئی۔

(۲)...... مصنف عبدالرزاق نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کونسی دُعا زیادہ سُنی جاتی ہے؟ اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا:

شَطْرَ اللَّیْلِ الْآخِرِ وَاَدْبَارَ الْمَکْتُوْبَاتِ (مصنف عبدالرزاق جلد ۱ ، باب الرجل یصلی فی بیتہ ثم یدرک الجماعة ،کنز العمال جلد۸، حدیث نمبر ۲۲۶۹۴)

ترجمہ: ''رات کے آخری حصہ کی دعاء اور فرض نمازوں کے بعد کی دُعا (زیادہ سُنی جاتی ہے)'' (ترجمہ ختم)

(۳)...... علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے بخاری کی شرح میں طبری کے حوالے سے جعفر بن محمد صادق کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے:

اَلدُّعَاءُ بَعْدَ الْمَکْتُوْبَةِ اَفْضَلُ مِّنَ الدُّعَاءِ بَعْدَ النَّافِلَةِ کَفَضْلِ الْمَکْتُوْبَةِ عَلَی النَّافِلَةِ (فتح الباری جلد ۱۱ ،باب الدعاء بعد الصلاة ،کتاب الدعوات)

ترجمہ: ''فرض نماز کے بعد کی دُعا افضل ہے، نفل نماز کے بعد کی دُعا سے، جیسا کہ فرض نماز کی فضیلت ہے نفل نماز پر'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ فرض نماز کے بعد کی دُعا کو نفل (اور سنت) نماز کے اوپر اسی طرح فضیلت وفوقیت حاصل ہے، جس طرح فرض نماز کو نفل نماز پر فضیلت وفوقیت حاصل ہے۔

(۴)......حضرت محمد بن یحیٰ اسلمی رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

رَأَیْتُ عَبْدَاللهِ بْنِ الزُّبَیْرِ وَرَأٰی رَجُلاً رَافِعًا یَدَیْهِ یَدْعُوْ قَبْلَ اَنْ یَّفْرُغَ مِنْ صَلاَتِهٖ ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهَا قَالَ : اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَمْ یَکُنْ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْ صَلاَتِهٖ (ابن ابی شیبۃ ،مجمع الزوائد ،جلد ۱۰،کتاب الادعیۃ ،باب ماجاء فی الاشارۃ فی الدعاء ورفع الیدین ،بحوالہ طبرانی ،قال الھیثمی رجالہ ثقات)

ترجمہ: ''میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو دیکھا اور انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھائے دعا کر رہا ہے، جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب تک نماز سے فارغ نہ ہوتے تھے ،اس وقت تک (دعا کے لیے) ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے (لہٰذا تم بھی ایسا ہی کیا کرو)'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث سے نماز کے بعد دُعا کرنا اور اس دعا میں ہاتھ اُٹھانا دونوں چیزیں ثابت ہوئیں۔ اور کیونکہ نماز کے بعد دعا کی قبولیت کا خاص وقت ہوتا ہے، اس لیے حضور ﷺ نماز کے بعد خود بھی نہایت جامع دعائیں فرمایا کرتے تھے۔

(۵)......خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی روایت میں ہے:

کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا سَلَّمَ مِنَ الصَّلاَۃِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَاأَخَّرْتُ وَمَااَسْرَرْتُ وَمَااَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ أَنْتَ الْمُقَدَّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخَّرُ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ (ابوداؤد، کتاب الصلاۃ ،باب مایستفتح بہ الصلاۃ من الدعاء ؛ مسند احمد ،جلد ۱ ،من مسند علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ جب نماز سے سلام پھیر کر فارغ ہوتے تو ان الفاظ میں دُعا فرماتے ۔اے اللہ میرے اگلے ،پچھلے ،خفیہ اور علانیہ گناہوں اور میری زیادتیوں کو معاف فرمادیجیے اور آپ ان گناہوں کو مجھ سے بھی زیادہ جانتے ہیں، آپ ہی ہر چیز سے مقدم ہیں اور آپ ہی ہر چیز سے مؤخر ہیں، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کا سلام پھیر کر دُعا فرمایا کرتے تھے۔

(۶)......حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ النَّبِيَّ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كِلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ .اَللّٰهُمَّ لاَ مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلاَ مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلاَ يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ (بخاری،جلد ۱،کتاب صفة الصلاة ،باب من لم یر رد السلام علی الامام واکتفی بتسلیم الصلاة، واللفظ لهٗ، ولفظ البخاری فی کتاب الاعتصام انه ﷺ كان یقول هٰذه الكلمات دبر كل صلٰوة ؛ مسلم، ابوداؤد ،نسائی)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یہ دُعا فرماتے تھے:

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو اکیلا ہے، اور جس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے؛ اے اللہ! جو کچھ آپ عطا فرمائیں، اسے کوئی روکنے والا نہیں ،اور جو کچھ آپ روکنا چاہیں ،اُسے کوئی دینے والا نہیں؛ اور کسی مالدار کو آپ کے عذاب سے مال داری نہیں بچا سکتی'' (ترجمہ ختم)

(۷)......ابومروان کہتے ہیں کہ حضرت صہیب کے واسطے سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضور ﷺ نماز سے سلام پھیر کر یہ دعائیہ کلمات ادا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيَ الَّذِيْ جَعَلْتَهٗ لِيْ عِصْمَةً وَاَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّذِيْ جَعَلْتَ فِيْهَا مَعَاشِيْ ،اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ نَقْمَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لاَ مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلاَ مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلاَ يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ (عمل الیوم واللیلة،باب الاستعاذة فی دبر الصلاة)

ترجمہ: ''اے اللہ! میرا دین سنوار دیجیے جسے آپ نے میری حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے، اور میری دنیا سنوار دیجیے جس میں آپ نے میرا معاش رکھا ہے، اے اللہ! میں آپ کی رضا کے ساتھ آپ کے غصہ سے پناہ چاہتا ہوں، اور آپ کی معافی کے ساتھ آپ کی سزا سے پناہ چاہتا ہوں اور آپ (کی رحمت) کے ساتھ آپ (کے عذاب) سے پناہ چاہتا ہوں جو آپ عطا فرمائیں اُسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو آپ روکنا چاہیں اُسے کوئی دینے والا نہیں، اور

کسی مالدار کو آپ کے عذاب سے مال داری نہیں بچا سکتی“ (ترجمہ ختم)

(۸)......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم أَخَذَ بِیَدِہٖ وَقَالَ یَا مُعَاذُ وَاللّٰہِ اِنِّی لَاُحِبُّکَ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ ،فَقَالَ :أُوْصِیْکَ یَا مَعَاذُ ! لاَ تَدَعَنَّ فِیْ دُبُرِ کِلِّ صَلاَۃٍ اَنْ تَقُوْلَ : اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلیٰ ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ (ابوداؤد، کتاب سجود القرآن ،باب فی الاستغفار ،حدیث نمبر ۱۵۱۴ واللفظ لہٗ ،مسند احمدجلد۵ ،مسند انصار ، نسائی، کتاب السھو ،معجم طبرانی فی الکبیر ،مستدرک حاکم، ،کتاب الصلاۃ ،باب التأمین ،بزار حدیث نمبر ۲۶۶۱)

ترجمہ:”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے معاذ! اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں ،اور (دوبارہ فرمایا) اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں؛ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ میں آپ کو اس چیز کی وصیت کرتا ہوں کہ آپ ہر نماز کے بعد اس دُعا کے کرنے کو نہ چھوڑا کریں (جس کا ترجمہ یہ ہے) اے اللہ! میری مدد کیجیے اپنا ذکر کرنے پر اور اپنا شکر کرنے پر اور اپنی اچھی عبادت کرنے پر“ (ترجمہ ختم)

(۹)......حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یَتَعَوَّذُ بِھِنَّ دُبُرَ الصَّلاَۃِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِکَ اَنْ اُرَدَّ اِلیٰ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (عمل الیوم واللیلۃ،باب الاستعاذ فی دبر الصلوات)

ترجمہ:”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے پناہ کی دعا کیا کرتے تھے، کہ یا اللہ! میں آپ سے بخل سے پناہ چاہتا ہوں، اور بزدلی سے پناہ چاہتا ہوں اور ناکارہ عمر سے پناہ چاہتا ہوں اور آپ سے پناہ چاہتا ہوں دنیا کے فتنہ سے اور آپ سے پناہ چاہتا ہوں، قبر کے عذاب سے“ (ترجمہ ختم)

(۱۰)......حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ فِیْ دُبُرِ صَلاَۃِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُکَ رِزْقًا طَیِّبًا وَعَمَلاً

مُتَقَبَّلاً وَعِلْمًا نَافِعًا (مصنف عبدالرزاق ،جلد ۱ باب مایقرأ فیما یقضی؛ معجم طبرانی فی الکبیر)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ! میں آپ سے پاکیزہ رزق کا سوال کرتا ہوں اور مقبول عمل کا سوال کرتا ہوں اور نفع بخش علم کا سوال کرتا ہوں'' (ترجمہ ختم)

(۱۱)......حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ يَبْسُطُ كَفَّيْهِ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلاَةٍ ثُمَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِلٰهِيْ وَاِلٰهَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ ،وَاِلٰهُ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ ! اَسْاَلُكَ اَنْ تَسْتَجِيْبَ دَعْوَتِيْ فَاِنِّيْ مُضْطَرٌّ ،وَاَنْ تَعْصِمَنِيْ فِيْ دِيْنِيْ فَاِنِّيْ مُبْتَلًى ،وَتَنَالَنِيْ بِرَحْمَتِكَ فَاِنِّيْ مُذْنِبٌ،وَتَنْفِيْ عَنِّيْ الْفَقْرَ فَاِنِّيْ مِسْكِيْنٌ اِلاَّ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يَرُدَّ يَدَيْهِ خَائِبَتَيْنِ (کنز العمال جلد۲ صفحہ ۱۳۴ ،حدیث نمبر ۳۴۷۶، بحوالہ ابن السنی وأبوالشیخ والدیلمی وابن النجار) [۱]

ترجمہ: ''جو کوئی مؤمن بندہ بھی اپنی ہتھیلیوں کو نماز کے بعد پھیلا کر یہ دعا کرتا ہے کہ:

''اے اللہ میرے معبود اور ابراہیم ،اسحاق اور یعقوب کے معبود اور جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل کے معبود! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اس کا کہ میری دعا قبول فرمالیجیے، کیونکہ میں بے قرار ہوں اور میرے دین کی حفاظت فرمائیے کیونکہ میں آزمائش میں مبتلا ہوں اور اپنی رحمت کو میرے شاملِ حال کر دیجیے کیونکہ میں گناہ گار ہوں اور مجھ سے محتاجی کو دور کر دیجیے کیونکہ میں بے سہارا ہوں''

تو اللہ تعالیٰ اپنے اوپر اس چیز کو لازم فرمالیتے ہیں کہ ان ہاتھوں کو خالی اور محروم نہ لوٹائیں'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث سے نماز کے بعد ہاتھ پھیلا کر دعا کرنا واضح طور پر ثابت ہوا۔

(۱۲)......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

---

[۱] قال العلامة الزبیدی فیه عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن وهو متکلم فیه، کمافی المیزان وغیره ولکن یعمل به فی الفضائل (اعلاء السنن جلد۳ صفحہ ۲۰۱، باب الانحراف بعد السلام وکیفیته وسنیة الدعاء والذکر بعد الصلاة)

مَاصَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ صَلاۃً مَکْتُوْبَۃً قَطُّ اِلَّا قَالَ حِیْنَ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْھِہٖ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ عَمَلٍ یُخْزِیْنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ صَاحِبٍ یُؤْذِیْنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ اَمَلٍ یُلْھِیْنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ فَقْرٍ یُنْسِیْنِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ کُلِّ غِنًی یُطْغِیْنِیْ (مجمع الزوائد جلد۱۰ ،کتاب الاذکار ،ابواب فیما جاء من اذکار الصلاۃ ومابعدھا ،باب الدعاء فی الصلاۃ وبعدھا بحوالہ البزار وابویعلی)

ترجمہ: ’’رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جب بھی کوئی فرض نماز پڑھائی تو نماز کے بعد ہماری طرف اپنا چہرہ مبارک فرما کر یہ دُعا فرمائی کہ اے اللہ! میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں، اس عمل سے جو مجھے رُسوا کردے، اور آپ سے پناہ چاہتا ہوں اس ساتھی سے جو مجھے تکلیف پہنچائے اور آپ سے پناہ چاہتا ہوں ہر ایسے منصوبے سے جو مجھے غافل کردے اور آپ سے پناہ چاہتا ہوں ہر ایسے فقر وفاقہ سے جو مجھے (آپ کی یاد سے) بھلا دے اور میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں ہر اس مالداری سے جو مجھے سرکش بنادے‘‘ (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضور ﷺ نے نماز کے بعد مختلف اوقات میں مختلف دعائیں فرمائی ہیں؛ جن سے ظاہر ہے کہ نماز کے بعد کوئی ایک مخصوص دعا مقرر نہیں، ہر شخص اپنی حسبِ ضرورت دعا کرسکتا ہے، البتہ اگر حضور ﷺ کی فرمائی ہوئی کوئی دعا اخلاص وخشوع کے ساتھ کرے تو بہت اچھا ہے۔

اس کے علاوہ حضور ﷺ سے نماز کے بعد مختلف اذکار بھی ثابت ہیں اور یہ اذکار بھی ایک اعتبار سے دعا کے مفہوم میں شامل ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے! کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد کتنے اہتمام سے کیسی کیسی عجیب وغریب دعائیں فرمایا کرتے تھے، کیا اب بھی کسی کو نماز کے بعد دعا کے ثبوت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش رہ جاتی ہے؟

حضور ﷺ سے دعا کے وقت ہاتھ اُٹھانا اور دعا کے اختتام پر ہاتھوں کا چہرے پر پھیر لینا بھی ثابت ہے۔

(۱۳)......حضرت زہری سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

کَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یَرْفَعُ یَدَیْہِ عِنْدَ صَدْرِہٖ فِی الدُّعَاءِ ثُمَّ یَمْسَحُ بِھِمَا وَجْھَہٗ

(مصنف عبدالرزاق، جلد ۱ ،باب رفع الیدین فی الدعاء)

ترجمہ: ’’رسول اللہ ﷺ دعا میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے سینے کے سامنے تک اُٹھاتے

تھے اور پھر (دعا سے فارغ ہوکر) دونوں ہاتھ اپنے چہرہ پر پھیرلیا کرتے تھے'' (ترجمہ ختم)

(۱۴)......حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا دَعَوْتَ فَادْعِ اللّٰہَ بِبَاطِنِ کَفَّیْکَ ،وَلاَ تَدْعُ بِظُھُوْرِھِمَا فَاِذَا فَرَغْتَ فَامْسَحْ بِھِمَا وَجْھَکَ (سنن ابن ماجه ،کتاب اقامة الصلاة والسنة فيها ،باب من رفع يديه فی الدعاء ومسح بهما وجهه)

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آپ (اللہ تعالیٰ سے) دعا کریں تو اپنی ہتھیلیوں کے اندر کی طرف سے کریں، اور اپنی ہتھیلیوں کی پُشت سے نہ کریں اور جب آپ دعا سے فارغ ہوجائیں تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنے چہرہ پر پھیرلیں'' (ترجمہ ختم)

(۱۵)......حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم أِذَا رَفَعَ یَدَیْہِ فِیْ الدُّعَاءِ لَمْ یَحُطَّھُمَا حَتّٰی یَمْسَحَ بِھِمَا وَجْھَہٗ (ترمذی ،ابواب الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،باب ماجاء فی رفع الايدی عند الدعاء، مستدرک حاکم)

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاتے تھے تو ان کو اس وقت تک واپس نہیں لوٹاتے تھے جب تک دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر نہیں پھرلیا کرتے تھے'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: ان احادیث سے دُعا کے لیے ہتھیلیاں اپنی طرف کرکے ہاتھ اُٹھانا اور دعا کے اختتام پر دونوں ہاتھوں کا چہرے پر پھیرنا ثابت ہوا۔

محدثین وعلمائے راسخین سے نماز کے بعد دُعا کا ثبوت

احادیث وروایات سے فرض نماز کے بعد دُعا کے ثبوت کے بعد اب چند محدثین وعلمائے راسخین کے حوالوں سے اس دُعا کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے:

(۱)......امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں یہ باب اورعنوان قائم کیا ہے:

بَابُ الدُّعَاءِ بَعْدَ الصَّلاَۃِ (بخاری ،کتاب الدعوات)

ترجمہ: ''یہ باب نماز کے بعد دُعا کے بارے میں ہے'' (ترجمہ ختم)

(۲)......حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ امام بخاری کے مذکورہ الفاظ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ (بَابُ الدُّعَاءِ بَعْدَ الصَّلاَةِ)اَیِ الْمَکْتُوْبَةِ وَفِیْ هٰذِهِ التَّرْجُمَةِ رَدٌّ عَلیٰ مَنْ زَعَمَ اَنَّ الدُّعَاءَ بَعْدَ الصَّلاَةِ لاَ یُشْرَعُ (فتح الباری جلد ۱ ۱ ،کتاب الدعوات)

ترجمہ: ''امام بخاری کا یہ ارشاد کہ یہ باب نماز یعنی فرض نماز کے بعد دُعا کے بارے میں ہے، امام بخاری کے اس عنوان قائم کرنے میں اُس شخص پر رد ہے جس کا گمان یہ ہے کہ نماز کے بعد دُعا شرعاً ثابت نہیں'' (ترجمہ ختم)

(۳)......امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الشَّافِعِیُّ وَالْأَصْحَابُ وَغَیْرُهُمْ رَحِمَهُمُ اللّٰهِ عَلیٰ اَنَّهُ یُسْتَحَبُّ ذِکْرُ اللّٰهِ تَعَالیٰ بَعْدَ السَّلاَمِ ،وَیُسْتَحَبُّ ذَالِکَ لِلْاِمَامِ وَالْمَامُوْمِ وَالْمُنْفَرِدِ وَالرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ وَالْمُسَافِرِ وَغَیْرِهٖ ،وَیُسْتَحَبُّ اَنْ یَّدْعُوَ أَیْضًا بَعْدَ السَّلاَمِ بِالْاِتِّفَاقِ وَجَاءَتْ فِیْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ أَحَادِیْثُ کَثِیْرَةٌ صَحِیْحَةٌ فِیْ الذِّکْرِ وَالدُّعَاءِ قَدْ جَمَعْتُهَا فِیْ کِتَابِ الْأَذْکَارِ (المجموع للامام النووی ،باب صفة الصلاة)

ترجمہ: ''امام شافعی اور ان کے اصحاب اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز کا سلام پھیرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر مستحب ہے، اور یہ امام، مقتدی، تنہا نماز پڑھنے والے اور مرد وعورت اور مسافر وغیرہ سب کے لیے مستحب ہے اور (اسی طرح ان سب کے لیے) یہ بھی مستحب ہے کہ وہ سلام کے بعد دُعا کریں، اس بات پر بھی اتفاق ہے اور ان مواقع کے بارے میں بہت سی صحیح احادیث آئی ہیں جن میں نماز کے بعد ذکر اور دُعا کا تذکرہ ہے اور میں نے ان سب کو کتاب الاذکار میں جمع کر دیا ہے'' (ترجمہ ختم)

(۴)......شیخ محمد جعفر بن کتانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

تَقَدَّمَ عَنِ السُّیُوْطِیْ فِیْ اِتْمَامِ الدِّرَایَةِ بِشَرْحِ النِّقَایَةِ قَالَ وَقَدْ جَمَعْتُ جَزْءاً فِیْ حَدِیْثِ رَفْعِ الْیَدَیْنِ فِیْ الدُّعَاءِ فَوَقَعَ لِیْ مِنْ طُرُقٍ تَبْلُغُ الْمِائَةَ.اه

وَعَنْهُ اَیْضاً فِیْ شَرْحِ التَّقْرِیْبِ قَالَ وَمِنْهُ اَیْ مِنَ الْحَدِیْثِ مَاتَوَاتَرَ مَعْنَاهُ کَأَحَادِیْثِ رَفْعِ الْیَدَیْنِ فِی الدُّعَاءِ فَقَدْ رُوِیَ عَنْهُ ﷺ نَحْوَ مِائَةِ حَدِیْثٍ فِیْهَا رَفْعُ الْیَدَیْنِ فِی الدُّعَاءِ وَقَدْ جَمَعْتُهَا فِیْ جُزْءٍ لٰکِنَّهَا فِیْ قَضَایَا مُخْتَلِفَةٍ فَکُلُّ

قَضِیَةٍ مِّنۡهَا لَمۡ تَتَوَاتَرۡ وَالۡقَدۡرُ الۡمُشۡتَرَکُ فِیۡهَا وَهُوَ الرَّفۡعُ عِنۡدَ الدُّعَاءِ تَوَاتَرَ بِاعۡتِبَارِ الۡمَجۡمُوۡعِ اھ. وَفِیۡ فَتۡحِ الۡبَارِیۡ فِی الۡکَلاَمِ عَلٰی حَدِیۡثِ رَفۡعِ الۡیَدَیۡنِ فِی الدُّعَاءِ فِیۡ الۡاِسۡتِسۡقَاءِ مَانَصَّهٗ وَقَدۡ اِسۡتَدَلَّ بِهِ الۡمُصَنِّفُ یَعۡنِی الۡبُخَارِیُ فِی الدَّعۡوَاتِ عَلٰی رَفۡعِ الۡیَدَیۡنِ فِیۡ کُلِّ دُعَاءٍ وَفِیۡ الۡبَابِ عِدَةُ اَحَادِیۡثٍ جَمَعَهَا الۡمُنۡذَرِیُ فِیۡ جُزۡءٍ مُفۡرَدٍ وَاَوۡرَدَ مِنۡهَا النَّوَوِیُ فِیۡ صِفَةِ الصَّلاَةِ مِنۡ شَرۡحِ الۡمُهَذَّبِ قَدۡرَ ثَلاَثِیۡنَ حَدِیۡثًا اھ .وَفِیۡ شَرۡحِ مُسۡلِمٍ لِلنَّوَوِیُ ثَبَتَ رَفۡعُ یَدَیۡهِ ﷺ لِلدُّعَاءِ فِیۡ مَوَاطِنٍ غَیۡرِ الۡاِسۡتِسۡقَاءِ وَهِیَ اَکۡثَرُ مِنۡ اَنۡ تُحۡصَرَ وَقَدۡ جَمَعۡتُ مِنۡهَا نَحۡوًا مِّنۡ ثَلاَثِیۡنَ حَدِیۡثًا مِّنَ الصَّحِیۡحَیۡنِ اَوۡ اَحَدِهِمَا وَذَکَرۡتُهَا فِیۡ اَوَاخِرِ بَابِ صِفَةِ الصَّلاَةِ مِنۡ شَرۡحِ الۡمُهَذَّبِ ،اھ (نظم المتناثر من الحدیث المتواتر للشیخ محمد بن جعفر الکتانی ،کتاب الاذکار والدعوات)

ترجمہ: ’’امام سیوطی کے حوالہ سے ’’اتمام الدرایة بشرح النقایة‘‘ میں یہ بات گزرچکی ہے،جس میں انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک جز (رسالہ) جمع کیا ہے دعا میں ہاتھ اُٹھانے کی حدیث کے سلسلہ میں، میرے سامنے مختلف طریقوں اور سندوں سے (اس کے ثبوت میں) سو احادیث آئی ہیں۔اور امام سیوطی سے ہی تقریب کی شرح میں منقول ہے،انہوں نے فرمایا کہ متواتر المعنیٰ حدیث میں سے دعا میں ہاتھ اُٹھانے کی احادیث بھی ہیں، رسول اللہ ﷺ سے تقریباً سو احادیث ایسی مروی ہیں ،جن میں دعا کے اندر ہاتھ اُٹھانے کا ذکر ہے،اور میں نے ان سب احادیث کو ایک رسالہ میں جمع کر دیا ہے،لیکن وہ احادیث مختلف حالات و واقعات کی ہیں،ان میں سے ہر واقعہ میں تو احادیث متواتر نہیں ہیں البتہ ان سب میں جو بات قدرِ مشترک ہے وہ دعا کے وقت ہاتھ اُٹھانا ہے،پس یہ چیز مجموعی اعتبار سے متواتر ہے،اور فتح الباری میں استسقاء میں ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے کی حدیث پر کلام کرتے ہوئے یہ تصریح ہے کہ مصنف یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے دعاؤں میں اس سے ہر دعا میں ہاتھ اُٹھانے پر استدلال کیا ہے، اور اس سلسلہ میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں جن کو امام منذری نے الگ رسالہ میں جمع کیا ہے۔اور امام نووی رحمہ اللہ نے ان میں سے تقریباً تیس احایث کو

''شرح المہذب'' کتاب، کی نماز کی صفت کی بحث میں نقل کیا ہے، اور امام نووی کی مسلم کی شرح میں ہے کہ نبی ﷺ سے دعا کے لیے دونوں ہاتھ اُٹھانا ثابت ہے، استسقاء کے علاوہ دوسرے مواقع پر بھی، اور وہ اتنی زیادہ احادیث ہیں کہ ان کو شمار کرنا بھی مشکل ہے، اور میں نے ان میں سے تقریباً تیس احادیث کو جمع کیا ہے، شرح المھذب کے نماز کی صفت کے باب کے آخر میں، ان کو میں نے ذکر کر دیا ہے'' (ترجمہ ختم)

(۵)...... اِعلاءُ السنن میں ہے:

فَثَبَتَ اَنَّ الدُّعَاءَ مُسْتَحَبٌّ بَعْدَ كُلِّ صَلاَةٍ مَكْتُوْبَةٍ مُتَّصِلاً بِهَا بِرَفْعِ الْيَدَيْنِ كَمَا هُوَ شَائِعٌ فِيْ دِيَارِنَا وَدِيَارِ الْمُسْلِمِيْنَ قَاطِبَةً (اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۲۰۴)

ترجمہ: ''پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہر فرض نماز سے فارغ ہو کر فوراً دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا مستحب ہے، جیسا کہ ہمارے اور مسلمانوں کے تمام علاقوں میں عام طور پر ہوتی ہے'' (ترجمہ ختم)

فرض نماز کے بعد دعا سے متعلق چند ہدایات

(۱)...... اس دعا کو صرف مسنون و مستحب عمل کا درجہ دیا جائے، اور اس دعا میں ہاتھ اُٹھانے اور دُعا کے اختتام پر چہرے پر ہاتھ پھیرنے کو دُعا کے آداب میں سے سمجھا جائے؛ اور اس دُعا کو اپنے عقیدے میں لازم اور ضروری نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اس کو اپنے عمل سے ایسا لازم قرار دیا جائے کہ اگر کوئی اتفاق سے یہ دعا نہ کرے تو اسے ملامت کی جائے ؛ کیونکہ غیر لازم کو عقیدے یا عمل سے لازم کر لینا گناہ ہے۔

(۲)...... نماز تکبیرِ تحریمہ سے شروع ہو کر سلام پھیرنے پر ختم ہو جاتی ہے، اس لیے نماز کے بعد کی دُعا کو نماز کا اندرونی حصہ اور داخلی عمل نہ سمجھا جائے۔

(۳)...... جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، ان کے بعد مختصر دعا کر کے سنتوں میں مشغول ہو جائے، کیونکہ سنتوں میں تاخیر کر دینے سے ان کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔

(۴)...... دُعا آہستہ آواز میں کرنا افضل ہے، اس لیے بلند آواز سے دعا کرنے کو زیادہ ثواب اور فضیلت کا باعث نہ سمجھا جائے۔

امام کو بھی چاہیے کہ بلند آواز سے دُعا کا معمول نہ بنائے اور مقتدی بھی بلند آواز سے دُعا

کرنے پر زور نہ دیں؛ کبھی کبھار اتفاق سے امام مقتدیوں کی تعلیم کی غرض سے بلند آواز سے دُعا کردے تو الگ بات ہے، مگر اس کا مقصود بھی تعلیم دینا ہے، اس کو خود مقصود اور باعثِ ثواب یا لازم سمجھنا غلط ہے۔

(۵)......دُعا اصل میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور طلب کرنے کا نام ہے، جس کا اصل تعلق دل کے ساتھ ہے، اور کسی بھی زبان میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی جاسکتی ہے؛ اس لیے الفاظ کو مقصود نہ سمجھا جائے اور دُعا پڑھنے کے بجائے کی جائے۔

(۶)...... جماعت سے نماز پڑھنے کی صورت میں اس دعا کو جماعت کا حصہ اور جماعت کی طرح کا اجتماعی عمل نہ سمجھا جائے اور ایک ساتھ دعا ختم کرنے کو ضروری نہ سمجھا جائے، کیونکہ امام ومقتدی کا تعلق سلام پھیرنے پر ختم ہو جاتا ہے۔

اس لیے امام ومقتدی اس دعا کو اپنا اپنا انفرادی عمل سمجھیں، اور سب اپنے اپنے مقاصد کی دعا مانگیں اور جماعت سے نماز پڑھنے کی صورت میں ایک ساتھ نماز ختم ہونے کی وجہ سے ایک وقت میں سب کی دُعا کرنے کو ایک ضمنی، طبعی وصوری اجتماع سمجھیں۔

اور امام کے آہستہ دُعا کرنے اور کبھی اس دُعا کو چھوڑ دینے کی صورت میں اُس پر لعن طعن وملامت نہ کی جائے، کیونکہ آہستہ دُعا تو افضل عمل ہے، افضل عمل پر ملامت کیسی؟ اور نماز کے بعد دُعا سنتِ غیر مؤکدہ ومستحب عمل ہے اس کے چھوڑنے پر ملامت کرنا، اسے لازم سمجھنے کی نشانی ہے، جو خود ناجائز ہے۔

(۷)......بعض علاقوں میں جماعت سے نماز پڑھنے کے بعد سنتوں سے فارغ ہوکر امام اور مقتدی اجتماعی دعا کرتے ہیں، جس کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں اور یہ طریقہ بدعت ہے۔

مندرجہ بالا ہدایات کے سلسلہ میں اہلِ علم حضرات کی چند تصریحات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

(۱)......امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْعُلَمَاءُ یَقُوْلُوْنَ فِیْ مِثْلِ الدُّعَاءِ وَالذِّکْرِ الْوَارِدِ عَلٰی اَثَرِ الصَّلاَ ۃِ اَنَّہٗ مُسْتَحَبٌّ لاَ سُنَّۃٌ وَلاَ وَاجِبٌ وَھُوَ دَلِیْلٌ عَلٰی اَمْرَیْنِ .

اَحَدُھُمَا اَنَّ ھٰذِہِ الْاَدْعِیَۃَ لَمْ تَکُنْ مِنْہُ عَلَیْہِ السَّلاَ مُ عَلَی الدَّوَامِ.

اَلثَّانِیُ اَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ یَجْھَرُ بِھَا دَائِمًا وَلاَ یَظْھَرُھَا لِلنَّاسِ فِیْ غَیْرِ مَوَاطِنِ التَّعْلِیْمِ (الاعتصام للشاطبی ،الجزء الاول ،صفحہ ۲۴۳ ،الباب الخامس فی احکام البدع الحقیقیة والاضافیة والفرق بینھما)

ترجمہ: ''علماء اس قسم کی دعا اور ذکر کے بارے میں جو نماز کے بعد وارِد ہوا ہے، یہ فرماتے ہیں کہ وہ مستحب ہے، سنت (مؤکدہ) اور واجب نہیں ہے؛ اور یہ دو باتوں کی دلیل ہے:
ایک یہ کہ یہ دعائیں نبی علیہ السلام ہمیشہ پابندی کے ساتھ نہیں فرمایا کرتے تھے۔
دوسرے یہ کہ ان دعاؤں میں ہمیشہ جہر نہیں فرماتے تھے، اور لوگوں کے سامنے ان کا اظہار بھی نہیں فرماتے تھے، سوائے تعلیم کے مواقع کے'' (ترجمہ ختم)

(۲)...... اِعلاءُ السنن میں ہے:

وَالْاَحَادِیْثُ الَّتِیْ وَرَدَ فِیْھَا الذِّکْرُ الطَّوِیْلُ دُبَرَ الصَّلاَةِ مَحْمُوْلَةٌ عِنْدَنَا عَلٰی فَرَضٍ لَیْسَ بَعْدَہٗ سُنَّةٌ رَاتِبَةٌ ،وَاِنْ کَانَ بَعْدَہٗ سُنَّةٌ فَبَعْدَ الْفِرَاغِ مِنْھَا .وَبِھٰذَا تَجْتَمِعُ أَحَادِیْثُ الْبَابِ بِأَسْرِھَا . وَوَجْہُ الْفَرْقِ أَنَّ الرَّوَاتِبَ مِنْ تَوَابِعِ الْفَرَائِضِ، فَیَنْبَغِیْ أَدَاؤُھَا مُتَّصِلَةٌ بِھَا کَمَا ھُوَ مُقْتَضَی التَّبْعِیَةِ ،وَلَمَّا ثَبَتَ مِنَ الْأَمْرِ بِالتَّعْجِیْلِ فِیْ بَعْضِ الرَّوَاتِبِ کَمَا سَیَأْتِیْ فَالتَّطْبِیْقُ (بَیْنَ أَحَادِیْثِ الْبَابِ) بِالْوَجْہِ الَّذِیْ ذَکَرْنَا ھُوَ الْأَوْلٰی (اعلاء السنن جلد ۳ صفحہ ۱۸۸)

ترجمہ: ''اور جن احادیث میں نماز کے بعد لمبا ذکر وارد ہوا ہے، وہ ہمارے نزدیک اُن نمازوں پر محمول ہیں جن کے بعد سنتِ مؤکدہ نہیں ہے اور اگر نماز کے بعد سنت ہوں تو اُن سے فارغ ہو کر لمبا ذکر کیا جائے اور اس طریقے سے وہ تمام احادیث جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں، جمع ہو جاتی ہیں؛ اور فرق کی وجہ یہ ہے کہ سنتِ مؤکدہ فرائض کے تابع ہیں لہٰذا اُن کو فرائض کے متصل ہی ادا کرنا مناسب ہے، تابع ہونے کا تقاضا یہی ہے اور جب بعض مؤکدہ سنتوں میں جلدی کا حکم ثابت ہے جیسا کہ عنقریب آتا ہے تو اس باب میں وارِد احادیث کے درمیان تطبیق اُس طریقے پر جو ہم نے ذکر کیا، زیادہ بہتر ہے'' (ترجمہ ختم)

(۳)...... حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

’’آج کل عوام جس انداز سے دُعا مانگتے ہیں اول تو اس کو دُعا مانگنا ہی نہیں کہا جا سکتا، بلکہ پڑھنا کہنا چاہئے، کیونکہ اکثر یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ہم جو کلمات زبان سے بول رہے ہیں اُن کا مطلب کیا ہے؟ جیسا کہ آج کل عام مساجد میں اماموں کا معمول ہوگیا ہے، کہ کچھ عربی زبان کے کلماتِ دُعائیہ اُنہیں یاد ہوتے ہیں، ختمِ نماز پر اُنہیں پڑھ دیتے ہیں، اکثر تو خود ان اماموں کو بھی ان کلمات کا مطلب و مفہوم معلوم نہیں ہوتا اور اگر ان کو معلوم ہو تو کم ازکم جاہل مقتدی تو اس سے بالکل بےخبر ہوتے ہیں، وہ بے سمجھے بوجھے امام کے پڑھے ہوئے کلمات کے پیچھے آمین آمین کہتے ہیں، اس سارے تماشہ کا حاصل چند کلمات کا پڑھنا ہوتا ہے، دُعا مانگنے کی جو حقیقت ہے یہاں پائی ہی نہیں جاتی، یہ دوسری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے ان بے جان کلمات ہی کو قبول فرما کر قبولیتِ دعا کے آثار پیدا فرما دیں، مگر اپنی طرف سے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ دُعا پڑھی نہیں جاتی بلکہ مانگی جاتی ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ مانگنے کے ڈھنگ سے مانگی جائے‘‘ (معارف القرآن جلد سوم صفحہ ۵۷۷، سورۃ اعراف درذیل آیت نمبر ۵۵، ۵۶)

(۴)......ایک مقام پر فرماتے ہیں:

’’ہمارے زمانہ کے ائمۂ مساجد کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرماویں کہ قُرآن وسنت کی اس تلقین (یعنی آہستہ دُعا کرنے کی ہدایت) اور بزرگانِ سلف کی ہدایات کو یکسر چھوڑ بیٹھے، ہر نماز کے بعد دُعا کی ایک مصنوعی سی کارروائی ہوتی ہے، بُلند آواز سے کچھ کلمات پڑھے جاتے ہیں، جو آدابِ دعا کے خلاف ہونے کے علاوہ ان نمازیوں کی نماز میں بھی خلل انداز ہوتے ہیں جو مسبوق ہونے کی وجہ سے امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی باقی ماندہ نماز پوری کر رہے ہیں، غلبۂ رسوم نے اس کی بُرائی اور مفاسد کو ان کی نظروں سے اوجھل کر دیا ہے، کسی خاص موقعہ پر خاص دُعا پوری جماعت سے کرانا مقصود ہو، ایسے موقعہ پر ایک آدمی کسی قدر آواز سے دُعا کے الفاظ کہے اور دوسرے آمین کہیں اس کا مضائقہ نہیں، شرط یہ ہے کہ دوسروں کی نماز وعبادت میں خلل کا موجب نہ بنے اور ایسا کرنے کی عادت نہ ڈالیں کہ عوام یہ سمجھنے لگیں کہ دُعا کرنے کا طریقہ یہی ہے، جیسا کہ آج کل عام طور سے ہو رہا ہے‘‘ (معارف القرآن جلد سوم صفحہ ۵۷۸، سورۃ

Idara Ghufran

اعراف درذیل آیت نمبر۵۵،۵۶)

(۵)......نیز فرماتے ہیں:

عوام کے حالات کا تجربہ شاہد ہے کہ امام کی نیت اگر درست بھی ہو تب بھی جب اس طرح جہر کے ساتھ دُعاء التزام سے کی جائے تو عوام اسی طریق کو سنت سمجھنے لگتے ہیں، جو ایسا نہ کرے ،اُس کو بُرا جانتے ہیں،اس لیے جہرِ دُعا کا ترک کرنا ہی اسلم ہے (حاشیہ:احکامِ دعا صفحہ۳۳)

(۶)......ایک فتوے کے ذیل میں فرماتے ہیں:

اور چونکہ یہ افعال دعا وتسبیحات امام ومقتدی سب کے لئے بعد نماز مستحب ہیں،اگر سب ہی اس میں مشغول ہوں گے تو یہ ایک اقترانی اتفاق ہوگا،نہ کہ اجتماع مستقل (امداد المفتیین صفحہ۲۴۲،کتاب الذکر والدعاء والتعویزات)

(۷)......حضرت مولانا مفتی محمودُالحسن گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’حدیث میں ہر نماز کے بعد دُعا کا مقبول ہونا وارد ہوا ہے،فرض نماز پڑھی، ہر ایک چاہتا ہے کہ میری دُعا قبول ہو تو ہر کوئی دُعا کرنے لگتا ہے، یہ غیر اختیاری اجتماع ہو جاتا ہے،............ تو قدرتی طور پر اجتماع ہوگا لیکن حضور علیہ ﷺ نے اس کے لئے اہتمام نہیں کرایا‘‘ (ملفوظات فقیہ الامت جلد اوّل صفحہ۲۰۴،درذیلِ عنوان مایتعلق بالحدیث،مطبوعہ دارُالھدٰی،کراچی)

(۸)......ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

اجتماع تو نماز کے لئے ہوتا ہے نہ کہ دُعاء کے لئے اور نماز کے بعد دُعا مقبول ہے،مستحب ہے،جب ہر شخص اس مستحب پر عمل کرے گا تو اجتماعیت خود ہی بن جائے گی،اس کو اجتماعی دُعا کا عنوان دینا ہی صحیح نہیں،اس واسطے کہ اجتماع تو نماز کے لئے ہوا ہے نہ کہ دُعاء کے لئے‘‘

(ملفوظات فقیہ الامت جلد اوّل صفحہ۲۷۲،۲۷۳،درذیلِ عنوان مسائلِ فقہیہ،مطبوعہ دارُالھدٰی،کراچی)

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۱۸/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ۔۴/ جولائی ۲۰۰۷

دارالافتاء والاصلاح ادارہ غفران راولپنڈی

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات وجوابات

مدیر ادارہ مولانا مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہم بروز جمعہ نمازِ جمعہ کے بعد مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار میں ایک عرصہ سے اجتماعی انداز میں لوگوں کے سوالات کے جوابات زبانی طور پر بیان فرماتے ہیں، اوراس کے ذیل میں کئی مفید علمی واصلاحی باتیں بھی بیان فرماتے ہیں، اس نشست کے سوالوں اور جوابوں کے مذاکرہ کوریکارڈ کرلیا جاتا ہے اب افادۂ عام کے لئے ٹیپ کی مدد سے ان کونقل کرکے ماہنامہ التبلیغ میں سلسلہ وارشائع کیا جارہا ہے، ملحوظ رہے کہ درج ذیل مضامین کوریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار ستی صاحب نے اور نظرِ ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کوشرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

(محرم ۱۴۲۵ھ، بروز جمعہ کے سوالات کے جوابات)

مردحضرات کو دنداسہ کرنے کا حکم

سوال: کیا مَردوں کو دنداسہ کرنا جائز ہے؟

جواب: دنداسہ کرنے سے مَردوں کے ہونٹ دیکھنے والے کوایسے لگتے ہیں کہ گویا سرخی، لپ اسٹک (Lipstick) لگا رکھی ہے۔اور یہ عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے جبکہ عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنا منع ہے۔اور یہی مشابہت کہلاتی ہے کہ آدمی کسی بھی چیز میں (عورتوں) جیسا لگ رہا ہو، ہاں اگراس طرح استعمال کرے کہ صرف اندر اندر استعمال کرے اوراس کے اثرات باہر ہونٹوں پر نہ آئیں تو ٹھیک ہے

(ملاحظہ ہو احسن الفتاویٰ جلد۸ص ۶۸)

جیسے کوئی شخص داڑھی میں مہندی لگائے اور سر میں لگائے تو ٹھیک ہے، لیکن اگر ہاتھوں میں لگائے یا پاؤں میں لگائے تو ٹھیک نہیں، اس لئے کہ مَردوں کو مہندی سر میں اور داڑھی میں لگانا تو سنت تھا لیکن ہاتھوں میں لگانا سنت نہیں، بلکہ درست بھی نہیں، یہاں عورتوں کو لگانا سنت ہے۔

اسی طرح یہاں بھی مسئلہ یہ ہے کہ دانتوں کو صاف کرنا چاہئے، چاہے دنداسے سے کریں یا کسی اور چیز سے لیکن مردوں کے ہونٹوں پر (رنگ وغیرہ کے) اثرات نہ آئیں، اور اگر عورتوں کے ہونٹوں پر اثرات آجائیں تو کوئی بات نہیں۔لیکن اجنبی مردوں کو دکھاتی پھر بھی نہ پھریں کیونکہ ان کو دکھانا منع ہے۔

انسانی زندگی پر پتھر کے اثرات

سوال: پتھر کے انسانی زندگی پر کیا اثرات ہوتے ہیں؟

جواب: پتھر کے انسانی زندگی پر کچھ بھی اثرات نہیں ہوتے، صرف اتنی بات کہی جاسکتی ہے کہ مثلاً انسان کو کوئی بیماری ہے، مثلاً ہاتھوں کی جڑیں پھٹتی ہیں، اور اس کو کوئی ڈاکٹر تجویز کردیتا ہے، کہ آپ کے خون میں حدت یا تیزی ہے، اور انسان کے جسم میں اس قسم کی رگیں یا نسیں ہیں کہ اگر ان کو رگڑا جائے یا ان کو دبایا جائے یا ان کے ساتھ خاص قسم کی کوئی زمینی خلقت (دھات وغیرہ) لگائی جائے تو اس سے فلاں بیماری کو افاقہ ہوگا، یہ علاج کا ایک طریقہ ہے، علاج کا ایک طریقہ کسی چیز کا کھانا ہے یعنی پیٹ کے اندر کسی چیز کا لے جانا ہے، اور ایک طریقہ جسم کے ساتھ کسی چیز کا لگانا ہے۔اسی طرح بعض پتھروں کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیرات رکھی ہیں کہ بعض پتھر ٹھنڈے ہوتے ہیں اور بعض گرم، اور بعض معتدل ہوتے ہیں اور ان پتھروں کے اندر جب اطباء نے یہ خواص دیکھے تو ان کے بارے میں بتایا کہ مثلاً جس کے خون میں حدت (تیزی) ہو، اگر وہ جسم کے فلاں حصے پر فلاں پتھر کو لگائے رکھے تو اس سے اس کے جسم کے خون کی گرمی میں کمی آجاتی ہے، اور اس سے بیماری کا علاج ہوتا ہے۔پھر اس پتھر کو کس شکل میں جسم کے ساتھ لگا کر رکھا جائے تو یہ بھی ایک مشکل مسئلہ تھا تو یہ تجویز کیا گیا کہ انگوٹھی میں لگوالیں تو ہر وقت ساتھ رہے گا اس طریقے پر بعض اطبا نے بعض مریضوں کے لئے بعض قسم کے پتھر تجویز کیے تھے، اس کی صرف یہ حیثیت تھی جبکہ اب وہ حیثیت باقی نہیں رہی، اب تو پتھروں کی یہ حیثیت ہوگئی ہے کہ یہ پتھر ہماری قسمت سے ملتا ہے یا نہیں؟ اس پتھر سے ہماری قسمت کا ستارہ ملتا ہے یا نہیں؟ اب یہ ہوتا ہے کہ کسی کو کہا جاتا ہے کہ تمہارا عقیق سے ستارہ مل رہا ہے، اور کسی کو یہ کہا جاتا ہے کہ تمہارا ستارہ زمرد سے مل رہا ہے، تمہارا مشتری سے مل رہا ہے، تمہارا فیروزہ سے مل رہا ہے، اگر یہ ستارہ مل گیا تو پھر شادی بھی من پسند کی ہوجائے گی، بچے بھی من پسند کے ہوجائیں گے، تو یہ معاملہ علاج معالجے کا نہیں ہے بلکہ یہ تو ایسا ہی معاملہ ہے جیسے کوئی ڈاکٹر کہے، کہ میں آپ کو ایسی دوا دوں گا کہ اس دوا کے کھاتے ہی آپ کو اپنی من پسند بیوی مل جائے گی۔ظاہر

ہے کہ اسے کوئی علاج نہیں کہے گا، ہاں اگر کوئی کہے کہ جو بیماری جسم کی ہے اس کو نفع ہوگا تو اس کو علاج سمجھیں گے، تو پہلے جو وجہ بتلائی وہ اس کی جائز بنیاد تھی اور اب اس کی جائز بنیاد نہیں، یہ جو نجومی سڑکوں اور فٹ پاتھوں پر بیٹھے رہتے ہیں اور سامنے پتھروں کے ڈھیر لگائے رکھتے ہیں، ان کے پاس اپنی قسمت کا حال پوچھنے کے لیے جانا ہرگز درست نہیں اس لئے کہ یہی کام مشرکینِ مکہ کیا کرتے تھے، کہ وہ رنگ برنگے پتھر چنا کرتے تھے، کسی کا کوئی رنگ ہے کسی کا کوئی، بس وہ بھی رنگ اچھے دیکھ کر متاثر ہوا کرتے تھے، اور پھر ان کی طرف اولاد، روزی وغیرہ کی نسبت کیا کرتے تھے، اور یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ انہوں نے اولاد ملنے کی، بیوی ملنے کی، سکون ملنے کی اور نیک بننے کی نسبتیں ان پتھروں کی طرف کر رکھی ہیں۔ اور یہ بالکل غلط ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں یہ شرک بھی ہے۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ پتھر ہمیں رزق، یا اولاد دے گا یہ شرک ہے، اور اگر یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اولاد یا رزق وغیرہ دیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے بعض پتھروں کو یہ نظام سپرد کر دیا ہے یا پتھروں کے ذمہ یہ کام لگا دیا ہے تب یہ گناہ ہے، اگرچہ شرک نہیں ہے، لیکن شرک کے قریب ہے، اور اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے، کہ فلاں ڈاکٹر صاحب نے یہ تجویز کیا ہے کہ فلاں پتھر ٹھنڈا ہے یا کھاری ہے اور آپ کے جسم میں ٹھنڈا پن یا کھاری پن زیادہ ہوگیا اور ٹھنڈی چیز یا کھاری چیز آپ کی اس رگ سے لگی رہے تو اس سے آپ کو فائدہ ہوگا تو وہ ایک علاج ہے، اور علاج ایک ڈاکٹری کا فن ہے، نجومیوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، آج کل پتھروں کا استعمال غلط طریقے پر ہو رہا ہے اس لئے اب ان کا استعمال ناجائز ہو چکا، خصوصاً جبکہ اور تدبیریں اور علاج معالجے کی اور جائز شکلیں موجود ہیں، تو اس پتھر کو استعمال ہی نہ کیا جائے، کیونکہ جب بھی اس کو استعمال کریں گے تو اس سے فوراً نجومیوں کو اور ان لوگوں کو تقویت ملے گی، آپ جائز طریقے پر پہنیں گے، لوگ ناجائز طریقے کا ذریعہ اختیار کریں گے، لوگ ان کو لکی سٹون (Lucky Stones) کے حوالے سے جانتے ہیں، یعنی (خوش قسمتی لانے والا پتھر) یعنی قسمت کا ستارہ اور قسمت سے ملی ہوئی چیز اسی طرح لکی کمیٹی ہوگئی، لکی سرکس ہوگیا اور لکی گھڑی ہوگئی کہ اس پر انعام ملتا ہے اور آدمی راتوں رات امیر بن جاتا ہے کہ قسمت سے ملا ہوا عقیق، زمرد، یا فیروزہ پہنو اور راتوں رات امیر بن جاؤ، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کے اندر شعائیں ہوتی ہیں اگر اپنے محبوب کو دکھائی جائیں تو وہ معشوق ہو کر اندھا ہو کر فوراً پیچھے پیچھے ہو لیتا ہے، حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں یہ سارے پیسے بنانے کے دھندے ہیں۔

﴿بقیہ صفحہ ۹۵ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاِبۡصَارِ﴾ مولوی طارق محمود

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط۱۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قوم کی ہدایت کے لئے مضطرب ہونا

گذشتہ تفصیل سے اس بات کا اچھی طرح اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کی ہدایت کے لئے کس طرح مضطرب اور بے چین تھے، اور دلائل وبراہین کے ذریعے سے کسی کو مطمئن کرنے کا وہ کون سا راستہ تھا جو انہوں نے حق کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال نہیں فرمایا۔

سب سے پہلے اپنے والد ''آزر'' کو سمجھایا، پھر ساری قوم کے سامنے حق کو پیش کیا، اور آخر میں نمرود کے سامنے بھی حق کو اچھی طرح واضح کیا، اور ہر لمحہ قوم کو یہی تلقین کی اللہ وحدہٗ لاشریک کے علاوہ کسی کی عبادت کرنا جائز نہیں اور بت پرستی اور ستارہ پرستی کا نتیجہ نقصان کے سوا کچھ بھی نہیں، اس لئے شرک سے باز آنا چاہئے، لیکن ان کی بدبخت قوم نے کچھ نہ سنا اور کسی طرح سے بھی ہدایت والے راستے کو قبول نہیں کیا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے علاوہ کوئی بھی آپ پر ایمان نہیں لایا، اور تمام قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلادینے کا فیصلہ کیا اور آپ کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے ارادوں کو ذلیل ورسوا کرکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کو ٹھنڈی اور سلامتی والی بنادیا، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ کسی دوسری جگہ جاکر پیغامِ الٰہی سنائیں اور حق کی دعوت پہنچائیں تو یہ سوچ کر آپ نے ہجرت کا ارادہ کیا۔

لیکن اس سے پہلے کے ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلدانیین وفلسطین اور مصر کی طرف ہجرت اور ان علاقوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ابتلاء وآمائش اور اس میں ان کے کامیاب ہونے کے واقعات شروع کریں، ''حدیثِ شفاعت'' جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے ظاہراً خلافِ واقعہ باتوں کا اقرار فرماتے ہیں نیز ایک اور حدیث شریف جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف حضور ﷺ نے

Idara Ghufran

تین جھوٹ بولنے کی نسبت کی ہے، کی تشریح ضروری معلوم ہوتی ہے۔

حدیثِ شفاعت

بخاری شریف میں ایک طویل حدیث ''حدیثِ شفاعت'' کے نام سے موسوم ہے، اور بخاری کے متعدد ابواب مثلاً سورہ بقرہ کی تفسیر میں، کتاب الاستر قاق، کتاب التوحید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جو تذکرہ ہے اس کا حاصل یہ ہے:

''میدانِ حشر میں جب ساری مخلوق حضرت آدم، نوح علیہما السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام سے حساب وکتاب شروع کرنے کے لئے اللہ کی بارگاہ میں سفارش کرنے کا کہہ چکی ہوگی اور یہ انبیائے کرام اپنا عذر پیش کر چکے ہونگے تو پھر ساری مخلوق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے گی اور ان سے کہے گی کہ آپ خلیل اللہ ہیں اس لئے آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کیجئے کہ جلد فیصلہ ہوجائے، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے اس لئے کہ میں نے دنیا میں تین جھوٹ باتیں کہیں تھی، یعنی یہ تین، اِنِّــی سَقِیۡمٌ (میں بیمار ہوں)، بَـلۡ فَـعَلَهٗ کَبِیۡرُهُمۡ (یہ بتوں کو توڑنے کی حرکت تمہارے بڑے بت نے کی ہے)، اور اپنی بیوی سے کہا تھا کہ ظالم بادشاہ سے کہنا اِنِّــیۡ اَخُــوۡکَ (یعنی میں ابراہیم تمہارا بھائی ہوں)''

اس حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان کلمات کو جو بطور تورّیہ (جیسا کہ آنے والی تفصیل سے معلوم ہوگا) کے انہوں نے کہے تھے، حقیقتاً جھوٹ نہ تھے، مگر پیغمبرانہ عزیمت کے خلاف تھے، اپنا قصور اور کوتاہی قرار دے کر عذر فرمادیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف تین جھوٹ بولنے کی نسبت

اسی طرح حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

لَـمۡ یَـکۡـذِبۡ اِبۡـرَاهِیۡـمُ عَـلَیۡـهِ السَّلَامُ اِلَّا ثَلَاثَ کَـذِبَاتٍ، ثِنۡتَیۡنِ مِنۡهُنَّ فِیۡ ذَاتِ اللّٰهِ عَـزَّ وَجَـلَّ، قَـوۡلُـهٗ اِنِّیۡ سَقِیۡمٌ، وَقَوۡلُهٗ بَلۡ فَعَلَهٗ کَبِیۡرُهُمۡ هٰذَا، وَقَالَ بَیۡنَا هُوَ ذَاتَ یَوۡمٍ وَّسَارَةُ، اِذۡ اَتٰی عَلٰی جَبَّارٍ مِّنَ الۡجَبَابِرَةِ فَقِیۡلَ لَهٗ اِنَّ هٰهُنَا رَجُلًا مَّعَهٗ اِمۡرَأَةٌ مِّنۡ اَحۡسَـنِ النَّاسِ فَاَرۡسَلَ اِلَیۡهِ فَسَاَلَهٗ عَنۡهَا فَقَالَ مَنۡ هٰذِهٖ قَالَ اُخۡتِیۡ فَاَتٰی سَارَةَ قَالَ

یَاسَارَۃُ لَیْسَ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ مُؤْمِنٌ غَیْرِیْ وَغَیْرُکِ وَاِنَّ ھٰذَا سَاَلَنِیْ فَاَخْبَرْتُہٗ اَنَّکِ اُخْتِیْ فَلَا تُکَذِّبِیْنِیْ فَاَرْسَلَ اِلَیْھَا فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَیْہِ ذَھَبَ یَتَنَاوَلُھَا بِیَدِہٖ فَاُخِذَ فَقَالَ ادْعِی اللّٰہَ لِیْ وَلَااَضُرُّکِ فَدَعَتِ اللّٰہَ فَاُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَھَا الثَّانِیَۃَ فَاُخِذَ مِثْلَھَا اَوْاَشَدَّ فَقَالَ ادْعِی اللّٰہَ لِیْ وَلَااَضُرُّکِ فَدَعَتْ فَاُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِہٖ فَقَالَ اِنَّکُمْ لَمْ تَاْتُوْنِیْ بِاِنْسَانٍ اِنَّمَا اَتَیْتُمُوْنِیْ بِشَیْطَانٍ فَاَخْدَمَھَا ھَاجَرَ فَاَتَتْہُ وَھُوَقَائِمٌ یُّصَلِّیْ فَاَوْمَاَ بِیَدِہٖ مَھْیَاقَالَتْ رَدَّاللّٰہُ کَیْدَ الْکَافِرِاَوِالْفَاجِرِ فِیْ نَحْرِہٖ وَاَخْدَمَ ھَاجَرَ تِلْکَ اُمُّکُمْ یَابَنِیْ مَاءَ السَّمَاءِ (صحیح بخاری ج۲، کتاب الانبیاء ، باب قول اللہ عزوجل واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، رقم حدیث ۳۱۷۹)

ترجمہ: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام (ساری عمر) جھوٹ نہیں بولے، مگر تین بار جھوٹ بولا، دو جھوٹ تو خالص اللہ کے لئے بولے (یعنی اس میں ان کا کوئی ذاتی فائدہ نہیں تھا) ایک تو یہ کہنا کہ میں بیمار ہو جاؤں گا (ستاروں کو دیکھ کر کہ ایسا معلوم ہوتا ہے) دوسرے یہ کہنا کہ اس بڑے بت نے ان بتوں کو توڑا ہے، اور تیسرے یہ کہ ابراہیم اور سارہ دونوں سفر پر جا رہے تھے، اتنے میں ایک ظالم بادشاہ کے ملک میں پہنچے، لوگوں نے اس کو کہا کہ یہاں ایک مرد آیا ہے اس کے ساتھ ایک بہت خوبصورت عورت ہے، ظالم بادشاہ نے ابراہیم کو بلا بھیجا اور ان سے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ انہوں نے کہا میری بہن ہے، پھر حضرت ابراہیم (بادشاہ کے پاس سے ہو کر) حضرت سارہ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے سارہ اس وقت ساری زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے (سب کافر ومشرک ہیں) اور اس ظالم بادشاہ نے مجھ سے پوچھا کہ یہ عورت تیری کون ہے؟ تو میں نے تم کو بہن کہہ دیا، تم بھی اپنے آپ کو میری بہن ظاہر کرنا ایسا نہ ہو میں جھوٹا ہو جاؤں، اس ظالم بادشاہ نے سارہ کو جبراً بلا بھیجا، جب وہ اس کے پاس پہنچیں تو اس نے حضرت سارہ کی عزت پر ہاتھ ڈالا، لیکن ہاتھ ڈالتے ہی اس کو یہ سزا ملی کہ وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا اور اس کا ہاتھ سوکھ گیا،، اب کہنے لگا کہ اے عورت تو میرے لئے دعا کر میں دوبارہ تجھے نہیں ستاؤں گا، سارہ نے دعا کی تو وہ اچھا ہو گیا، پھر اس نے دوبارہ حضرت سارہ پر حملہ کرنا چاہا، پھر اس سے بھی سخت سزا میں وہ مبتلا

ہوگیا، پھر کہنے لگا اے عورت میرے لئے دعا کر میں دوبارہ تجھے نہیں ستاؤں گا، انہوں نے دعا کی تو اچھا ہوگیا، تب اس ظالم نے اپنے خادموں میں سے کسی کو بلا کر کہا کہ واہ اچھی عورت میرے پاس لائے یہ عورت نہیں کوئی شیطان (جنی) ہے، اور ہاجرہ حضرت سارہ کو دے کر ان کو رخصت کردیا، وہ حضرت ابراہیم کے پاس پہنچیں، دیکھا کہ ابراہیم کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، انہوں نے نماز ہی میں اشارے سے پوچھا کیا کیفیت گذری؟ سارہ نے کہا اللہ نے اس کافر یابدکار کی تدبیر چلنے نہ دی، اس کا فریب اسی پر الٹ دیا، اور ہاجرہ خدمت کے لئے دلوائی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کر کے لوگوں سے کہا آسمانی پانی والوں یہی ہاجرہ تمہاری ماں تھیں۔ [۱]

اس حدیث شریف میں یہ فرمایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہیں بولا سوائے تین جگہوں کے، پھر ان تین جگہوں کی تفصیل اس حدیث میں اس طرح بیان فرمائی گئی ہے کہ ان میں سے دو جھوٹ تو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے بولے گئے۔

ایک وہ جو بتوں کے توڑنے کے واقعہ میں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم میلے سے واپس آئی تو اپنے سارے بت ٹوٹے ہوئے دیکھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھنے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جواب دیا کہ ''بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ'' بلکہ ان کے بڑے (بت) نے یہ کام کیا ہے۔

دوسرا عید کے دن جب ان کی برادری والے سارے میلے پر جانے لگے تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دعوت دی کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو، چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بتوں کے بارے میں ایک منصوبہ تیار کر چکے تھے اس لئے آپ نے اپنی برادری سے عذر کیا کہ ''اِنِّىْ سَقِيْمٌ'' میں بیمار ہوں۔

اور تیسرا (اپنی بیوی کی حفاظت کے لئے بولا گیا) وہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ظالم بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لئے اپنی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں یہ فرمایا کہ یہ میری بہن ہیں۔

اس حدیث شریف کی محدثینِ کرام نے جو تشریح کی ہے، اس تشریح کا خلاصہ درج ذیل ہے (جاری ہے......)

---

[۱] آسمان کے پانی والوں سے عربوں کو مراد لیا، کیونکہ یہ لوگ اکثر صحراؤں، جنگلوں میں گذر بسر کرتے تھے، ان کے ملک میں نہریں وغیرہ نہیں تھی، آسمان کے پانی سے ہی ان کا گزر ہوتا تھا، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آسمان کے پانی سے زمزم کا پانی مراد ہے، جو حضرت ہاجرہ کی دعا سے زمین میں پھوٹا تھا، زمزم کا پانی گویا آسمان کا پانی ہے، یاد رہے کہ عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت ہاجرہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہیں۔

طب وصحت حکیم محمد فیضان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

ہیضہ (CHOLERA)

ہیضہ ایک چھوت کی بیماری ہے۔ جوایک سے دوسرے کولگ کروبا کے طور پر پھیلتی ہے۔اس بیماری میں کثرت سے دست آتے ہیں، اور قے بھی آتی ہے، قے آ کر مریض نڈھال ہوجاتا ہے۔

جب لوگ بارش کا جمع شدہ گندا پانی استعمال کرتے ہیں اور جب گرمی اور ہوا میں نمی کی وجہ سے مکھیوں کی افزائش ہوتی ہے تو یہ موسم ہیضہ کے پھیلنے کے لئے سازگار ہوتا ہے۔

ہیضہ کی وبا عام طور پر ہندوستان میں زیادہ ہے، کہا جاتا ہے کہ دریائے گنگا کے اردگرد کا علاقہ پچھلے 165 سال سے ہیضہ کی وبا کا مسکن رہا ہے۔ بنگلہ دیش اور بھارتی بنگال میں یہ بیماری سارا سال پائی جاتی ہے۔ پاکستان میں بھی عام طور سے یہ بیماری موسم گرما اور برسات میں ہوا کرتی ہے۔

اسباب: جدید طب میں اس مرض کا سبب (VIBRIO CHOLEREA) نامی جراثیم بتایا جاتا ہے جوکہ چھوٹی آنت میں پہنچ کر سوزش پیدا کرتے ہیں۔ یہ جراثیم غلیظ اور ٹھہرے ہوئے پانی میں پرورش پاتے ہیں۔ گندگی سے مکھیوں کے ذریعہ سے، آلودہ خراب پانی کے پینے اور خراب گلی سڑی سبزیاں پھل، دیگر ردّی غذاؤں کے کھانے سے انسان کے جسم میں داخل ہوکر بیماری کے پھیلنے کا سبب بنتے ہیں۔ ہیضہ کے مریض کو چھونے سے یہ بیماری نہیں لگتی بلکہ اس کے جسم سے نکلنے والی نجاستوں سے لگتی ہے جیسے قے اور دست میں جراثیم ہوتے ہیں، جن کو مکھیاں دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ ماہرینِ امراض کے مطابق ہیضہ کے مرض سے شفایاب ہونے والے مریضوں کے پاخانے میں بھی کئی ہفتوں تک جراثیم خارج ہوتے رہتے ہیں۔

علامات: جراثیم کے پیٹ میں داخل ہونے کے 72-24 گھنٹوں کے بعد علامات شروع ہوجاتی ہیں۔ پیٹ میں درد ہوکر دست اور قے شروع ہوجاتی ہیں۔ شروع میں فضلہ خارج ہوتا ہے، اس کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ مگر تھوڑی دیر میں یہ چاول کی پیچ کی طرح سفید ہوجاتے ہیں۔ جن میں تھوڑی سی لیس بھی ہوتی ہے۔ شدید کیسوں میں بہت ہی بڑی مقدار میں الٹیاں نہایت بدبودار ہوتی ہیں۔ اور دست بھی کافی

Iqra Gufran

بڑے اور بدبودار ہوتے ہیں۔ کبھی پیٹ میں نہ تو درد ہوتا اور نہ ہی مروڑ ہوتے ہیں۔ درجہ حرارت نارمل سے بھی کم ہوتا ہے۔ قے اور دست تعداد میں بڑھتے جاتے ہیں۔ اور ایک گھونٹ پانی بھی ہضم نہیں ہوتا۔ جسم سے پانی کے اخراج کی وجہ سے مریض بے حال ہوکر گر جاتا ہے۔ سانس لینے میں مشکل ہوتی ہے، بلڈ پریشر کم ہوجاتا ہے، پیشاب بند ہوجاتا ہے نبض ڈوبنے لگتی ہے، جلد خشک اور آنکھیں اندر کو دھنس جاتی ہیں بعض مریضوں کو سردرد، تیز بخار بھی ہوسکتا ہے۔ ہاتھ پاؤں میں تشنج اور کھچاوٹ پیدا ہوتی ہے، بے چینی اور گھبراہٹ بڑھ جاتی ہے۔ مرض کے زیادہ بڑھنے پر خون کی رطوبات کم ہوجاتی ہیں اور جسم کا خون گاڑھا ہوجاتا ہے، جسم کی حرارت کم ہوجاتی ہے۔ ایسی علامات اور ایسی حالت میں اگر مریض میں پانی کی کمی کی مقدار کو پورا نہ کیا جائے تو مریض کی موت واقع ہوسکتی ہے۔

علاج: ہیضہ کے مریض کو جو قے دست آتے ہیں انہیں فوراً بند کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اور ہیضہ کے زہر کو کم کرنے والی دوائیں استعمال کرائیں۔ ہم یہ تین نسخے شہید پاکستان حکیم محمد سعیدؒ کی دیہاتی معالج سے نقل عوام کی افادیت کے لئے نقل کررہے ہیں (1) آکھ کی جڑ نکال کر مٹی وغیرہ صاف کرکے اُس کا چھلکا اتارلیں اور ہم وزن کالی مرچ ملا کر ادرک کے رس میں کھرل کرکے چنے کے برابر گولیاں بنالیں 1-1 گولی دو دو گھنٹے کے بعد دیں (2) اگر ہیضہ کا مریض قے اور دستوں کی زیادتی کی وجہ سے بے ہوش ہوجائے تو افیون آدھی رتی کو ایک رتی چونے میں ملا کر کھلا دیں (چونا جو پان میں کھایا جاتا ہے) اس سے فوراً دست بند ہوجاتے ہیں اور مریض کو نیند آجاتی ہے (3) لیموں کے بیج کو عرق گلاب میں پیس کر پلانے سے بھی قے اور دست بند ہوجاتے ہیں۔ چھوڑی الائچی اور پودینہ کو پانی میں جوش دے کر ٹھنڈا کرکے گھونٹ گھونٹ پلائیں (مریض کو گھر پر رکھنے کی بجائے مستند اور ماہر معالج کے پاس لے کر جائیں)

بچاؤ کی تدابیر: ☆ ہیضہ کے زمانہ میں بنا کھائے خالی پیٹ گھر سے باہر نہ جائیں ☆ صفائی کا خاص طور پر خیال رکھیں، اپنے جسم لباس اور مکان کی صفائی کے ساتھ گلی کوچوں کی صفائی کا خیال رکھیں ☆ پانی کو ہمیشہ ابال کر پئیں ☆ گلی سڑی سبزیاں اور پھل وغیرہ ہرگز نہ کھائیں ☆ ڈیپ فریزر اور فریج میں زیادہ دیر تک پکے پکائے کھانے اسٹور کرکے نہ کھائیں ☆ زیر زمین پانی کی ٹنکیوں اور کنوؤں میں پانی صاف کرنے کے لئے پوٹاس پرمنگنیٹ یا پنکی یا دو کھانے کے چمچے بلیچنگ پاؤڈر وقفے وقفے سے ڈال دیا جائے ☆ ہمیشہ تازہ کھانا کھائیں، سڑی بسی چیزوں سے بچا جائے ☆ کھانے پینے کی چیزوں کو ڈھک

کر رکھا جائے ☆ بازاری مٹھائیاں اور دوسری چیزیں جن کو مکھیوں وغیرہ سے محفوظ نہیں رکھا جاتا، بالکل نہ کھائیں ☆ کھانے پینے کے برتنوں کو ہمیشہ گرم پانی سے دھوئیں ☆ جب گھر کا کوئی فرد ہیضہ میں مبتلا ہو جائے تو اس کو تندرست آدمیوں سے الگ کمرے میں رکھیں اس کے کھانے پینے کے برتن بھی الگ رکھیں۔ تیمار دار کو مریض کے کپڑے یا برتن چھو جانے کے بعد اپنے ہاتھوں کو گرم پانی اور صابن سے دھوڈالنا چاہئے۔ مریض کی قے اور دست کو کسی گڑھے میں ڈال کر دفن کرنا چاہئے۔ اور جب مریض اچھا ہو جائے تو اس کمرے میں سفیدی کرائی جائے اور اس کے بستر اور کپڑوں کو پانی میں جوش دے کر دھویا جائے یا انکو جلا دیا جائے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۸۸ ''سوالات وجوابات''﴾

اگر کسی کو یہ پتھر دیا گیا اور اس کی قیمت وصول کر لی اور کہا کہ آپ کا سب کچھ کام ہو جائے گا، چلے جائیں، چند دنوں بعد آیا اور کہا کہ معشوق تو پیچھے نہیں ہوا تو کہا کہ اصل میں آپ کا عقیدہ صحیح نہیں تھا، پہلے اپنے ایمان کو صحیح کریں اور ہماری بات پر یقین کریں اور ایمان لائیں جب تک آپ کے عقیدے میں ذرا سی بھی کمزوری ہے اور آپ کا پختہ عقیدہ نہیں ہے اس وقت تک یہ اثر نہیں دکھائے گا، جس دن آپ کا عقیدہ پختہ ہو گیا اس دن یہ اثر دکھا دے گا اب وہ یہی کہتا رہے گا کہ عقیدہ پختہ نہیں ہوا اور یہ اسی ادھیڑ بن میں لگے رہیں گے کہ عقیدہ پختہ کریں اور عقیدہ پختہ کرتے کرتے نعوذ باللہ شرک تک پہنچ جائے گا اور بیوی ملے یا نہ ملے محبوبہ ملے یا نہ ملے لیکن بہر حال دوزخ پکی ہو ہی جائے گی، یہ مل ہی جائے گی، یہ شیطانی حربے ہیں، کہ دنیا ملے نہ ملے لیکن آخرت تباہ ہو جائے (ملاحظہ ہو ''ماہ صفر اور جاہلانہ خیالات'' ص۶۰ تا ص۶۲ و ص۸۲ و ص۸۳ مرتبہ حضرت مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہٗ)

علماء، مشائخ، ماہرینِ علومِ دینیہ اور اربابِ فقہ وفتاویٰ کے لئے خصوصی پیش کش

دینی مدارس، علمی مراکز، اور دینی و تحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

ادارہ غفران ٹرسٹ راولپنڈی کے ترجمان ماہنامہ ''التبلیغ'' کا

علمی و تحقیقی سلسلہ (فی شمارہ 20 روپے)

سلسلہ نمبر 9 ''مصنوعی تولید اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا شرعی حکم'' شائع ہو گیا ہے۔

﴿خواہش مند حضرات ناظم ماہنامہ ''التبلیغ'' سے رجوع فرمائیں﴾

اخبار ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□......جمعرات ۱۴/ جمادی الاولیٰ جمعہ ۲۲/ ۲۹/ جمادی الاولیٰ و٦/۱۳/ جمادی الاخریٰ کو دونوں مسجدوں میں حسبِ معمول وعظ اور بعد از جمعہ مسائل کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں، بندہ امجد کے اسفار ومشاغل کی وجہ سے مسجد نسیم میں مولوی طارق محمود اور مولوی امتیاز احمد صاحب جمعہ پڑھاتے رہے، اور مسائل کی نست موقوف رہی۔

□...... جمعہ ۲۲/ جمادی الاولیٰ و٦/ جمادی الاخریٰ کو بعد مغرب فقہی مجالس ہوئیں۔

□...... ہفتہ ۱۴/ جمادی الاخریٰ کو حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم اسلام آباد حضرت اقدس نواب صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں تشریف لے گئے، بعد ظہر واپسی ہوئی۔

□......اتوار ۱/۱۷/۲۴/ جمادی الاولیٰ ویکم/ جمادی الاخریٰ کو بعد ظہر طلبہ کرام کی بزمِ ادب اور بعد عصر ہفتہ وار اصلاحی مجلس ملفوظات منعقد ہوتی رہی۔

□......اتوار ۸/ جمادی الالی بعد مغرب یومِ والدین کا ماہانہ جلسہ منعقد ہوا، مفتی محمد یونس صاحب دامت برکاتہم نے اس جلسہ میں وعظ فرمایا۔ اور اسی تاریخ میں بعد عصر بندہ امجد نے حضرت مدیر صاحب کے حسبِ حکم حضرت کے متعلقین میں سے ایک صاحب کا مسنون نکاح پڑھایا۔

□......سوموار ۹/ جمادی الاخریٰ کو حضرت والا جناب منصور علی خان صاحب دامت برکاتہم (مقیم: جدہ، سعودی عرب) خلیفہ مجاز حضرت شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ ادارہ میں تشریف لائے، اور حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات ومجالست ہوئی، اس مجلس میں ادارہ کے دیگر اساتذہ بھی شریک تھے، بعد عصر آپ کی واپسی ہوئی۔

□......پیر ۹/ جمادی الاخریٰ کو حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم نے کمیٹی چوک کے قریب ایک گھر میں خواتین کے مجمع سے دینی علم کی اہمیت وضرورت کے موضوع پر خطاب فرمایا، بعد درس سوالوں کے جوابات کی بھی نشست رہی۔
منگل ۳/۱۰/ جمادی الاخریٰ کو بعد ظہر حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم نے اساتذہ کرام کے لئے اصلاحی بیان فرمایا

□......منگل ۳/ جمادی الاخریٰ کو مولانا غلام جیلانی صاحب دامت برکاتہم (مجازِ بیعت حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم) ادارہ میں تشریف لائے اور حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات ومجالست فرمائی، ساتھ میں مولانا کے صاجبزادے بھی تھے۔

□...... بدھ ۲۰/ ۲۷/ جمادی الاولیٰ و۴/ ۱۱/ جمادی الاخریٰ کو بعد ظہر طلبہ کرام کے لئے حسبِ معمول اصلاحی ہفتہ وار مجلسیں ہوئیں، بدھ ۲۷/ جمادی الاولیٰ کی نشست میں مولانا محمد الیاس کوہاٹی صاحب دامت برکاتہم (مدیر مدرسہ شریعۃ الاسلام الٰہ آباد) کا بیان ہوا۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ **یکم/ جون 2007ء 15 (جمادی الاولیٰ 1427ھ)**: پاکستان: ٹانک، پولٹیکل ایجنٹ خیبرا یجنسی کے گھر پر مسلح افراد کا حملہ، 3 خواتین سمیت 14 افراد ہلاک، دستی بموں اور راکٹوں کا استعمال ✍ **2/ جون**: پاکستان: ملک بھر میں گرمی کی شدید لہر، ہلاکتوں کا خدشہ ✍ **3/ جون**: پاکستان: باجوڑ، ریموٹ کنٹرول بم دھماکے میں تحصیلدار سمیت 5 افراد جاں بحق ✍ **4/ جون**: پاکستان: الطاف حسین کے دہشت گردی میں ملوث ہونے کے ثبوت برطانوی وزیراعظم کے حوالے ✍ **5/ جون**: پاکستان: پیمرا الیکٹرانک میڈیا کے لائسنس وسروس معطل اور عمارت سیل کرنیکا اختیار، ترمیمی آرڈیننس 2007ء جاری ✍ **6/ جون**: پاکستان: بلوچستان کے ساحلی علاقوں میں طوفان نے تباہی مچادی، درجنوں کشتیاں ڈوب گئیں، سینکڑوں کونقصان، انجن اور جال تباہ ہو گئے ✍ **7/ جون** مسقط: سمندری طوفان اومان، کے شرقی ساحل سے ٹکرا گیا، قریبی جزیرے خالی کرالئے گئے، دوسوساٹھ کلومیٹر کی رفتار سے تیز ہوائیں چل رہی ہیں، مسقط کا بین الاقوامی ہوائی اڈہ بند ✍ **8/ جون**: مسقط: گونو طوفان نے مختلف ساحلوں پر تباہی مچادی، 15 ہلاک، مسقط جھیل کا منظر پیش کرنے لگا ✍ **9/ جون**: پاکستان: مہنگائی میں 10 فیصد اضافہ، قرضوں کا بوجھ بڑھ گیا، مالی سال 07-2006 کی اقتصادی جائزہ رپورٹ جاری ✍ **10/ جون**: پاکستان: سال 08-2007 کا بجٹ پیش، تنخواہوں، پنشن میں اضافہ، لوہا، کاغذ، گاڑیاں، سگریٹ مہنگے، دالیں، چینی، چاول سستے، مجموعی حجم تقریباً 16 کھرب، خسارہ 398 ارب ✍ **11/ جون**: پاکستان: امریکہ نے ایم کیوایم کو دہشت گرد تنظیم قرار دے دیا ✍ **12/ جون**: پاکستان: حکومتی وکلاء کے دلائل ختم، چیف جسٹس کی درخواست باقاعدہ سماعت کے لئے منظور، درخواست کے حقائق پر اعتراز کے دلائل شروع ✍ پاکستان: کنیڈین نژاد پاکستانی خاتون کا قتل، وزیرمملکت برائے مواصلات کے خلاف مقدمہ درج، استعفیٰ طلب، پرنسپل سٹاف آفیسر اور خانساماں گرفتار ✍ پاکستان: سورج آگ برساتا رہا، ملک بھر میں شدید گرمی سے 47 افراد جاں بحق، لوڈشیڈنگ نے رہی سہی کسر نکال دی ✍ پاکستان: تین سال سے کام کرنے والے ریلوے کے تمام کنٹریکٹ ملازمین مستقل کردیئے گئے ✍ **13/ جون**: پاکستان: چیف جسٹس ہی نہیں پوری عدالتِ عظمیٰ کٹہرے میں کھڑی ہے، جسٹس رمدے ✍ کینیڈین خاتون قتل کیس، مواصلات کے وزیرمملکت، شاہد جمیل قریشی نے استعفیٰ دے دیا ✍ پنجاب اسمبلی میں نجی طور پر سود پر قرضہ دینے کے خلاف قانون منظور ✍ **14/ جون**: پاکستان: حکومتی وکلاء کی مخالفت کے باوجود سپریم جوڈیشل کونسل کا ریکارڈ فل کورٹ میں پیش ✍

Idara Ghufran

پاکستان: بجلی بحران بڑھ گیا، پشاور میں 4 گھنٹے کی لوڈشیڈنگ، لوگ سڑکوں پر نکل آئے ۔ پاکستان: کفیلہ صدیقی کیس، کینیڈین خفیہ ایجنسیوں نے تحقیقات شروع کر دیں، پاکستان حکومت سے مکمل رابطہ ہے، برناڈ نگویان ✍ **15 / جون**: پاکستان: تنخواہوں، پنشن میں اضافہ، بجلی بلوں پر خصوصی رعایت، پنجاب کا 3 کھرب 93 ارب روپے کا ٹیکس فری بجٹ پیش، غریب ترین خاندانوں کے لئے 500 روپے ماہانہ فی کنبہ مالی امداد کا اعلان، 30 ستمبر 2007ء تک کچی آبادیوں کے مکینوں کو مالکانہ حقوق، دیدئے جائیں گے، ہنرمند و نیم ہنر مزدوروں کی کم از کم اجرت میں بھی 15 فیصد اضافے کا فیصلہ ۔ فلسطینی صدر نے حماس کی مخلوط حکومت برطرف کر دی، ایمرجنسی نافذ، جھڑپوں میں الفتح کے 20 اہلکاروں سمیت 26 جاں بحق ✍ **16 / جون**: عراق: ایف 16 تباہ 6 امریکی فوجی ہلاک، بصرہ میں کرفیو نافذ، امریکی وزیر دفاع اچانک بغداد پہنچ گئے ۔ فلسطین: سابق وزیر خزانہ اسلام فیاض کو نیا وزیر اعظم نامزد کر دیا گیا ۔ پاکستان: سندھ کا دو کھرب 36 ارب روپے کا ٹیکس فری بجٹ پیش کر دیا گیا ✍ **17 / جون**: پاکستان: تنخواہوں، پنشن میں اضافہ، فلاحی و ترقیاتی مد میں 79 ارب مختص، صوبہ سرحد کا 114 ارب کا بجٹ پیش ۔ فلسطین: الفتح کے اہلکاروں کا پارلیمنٹ و وزیر اعظم ہاؤس پر قبضہ، نامزد وزیر اعظم کی تقریب حلف برداری منسوخ، یاسر عرفات کا گھر لوٹ لیا گیا ۔ پاکستان: سوات آسمانی بجلی گرنے اور سیلابی ریلے سے گاؤں تباہ 16 سے زائد جاں بحق ۔ کنیڈا: کفیلہ صدیقی کے قتل کے معاملہ پر کینیڈین پارلیمنٹ میں بحث ✍ **18 / جون**: افغانستان: کابل، پولیس انسٹرکٹرز کی بس میں خودکش دھماکہ 37 ہلاک، دیگر واقعات میں 3 اتحادی فوجیوں سمیت 16 ہلاک ۔ پاکستان: ملک بھر میں طوفانی بارشیں، 23 جاں بحق، درخت اکھڑ گئے، شاہراہیں بلاک، نظام زندگی بری طرح متاثر ✍ **19 / جون**: پاکستان: رشدی کو سر کا خطاب دینے کے خلاف قومی اسمبلی میں قرار دادِ مذمت منظور، تشویش سے برطانیہ کو آگاہ کریں گے، پاکستان ۔ افغانستان: پکتیکا اتحادی فوج کی مسجد پر بمباری 7 بچوں سمیت 24 شہری شہید، ہمارے مشورے کے بغیر حملہ کیا گیا، افغان حکومت ۔ پاکستان: شاتمِ رسول ﷺ کو سزا دینے کے لئے خودکش حملوں کی حمایت کریں گیا، اعجاز الحق ✍ **20 / جون**: پاکستان: شمالی وزیرستان، مدرسے پر اتحادی فوج کا حملہ 30 جاں بحق، اموات دھماکہ خیز مواد پھٹنے سے ہوئیں، آئی، ایس، پی، آر ۔ پاکستان: لال مسجد کشیدگی پر بلائی گئی فورس کا اہلکار میڈیکل چھٹی نہ ملنے پر جاں بحق، اسلام آبا میں پنجاب پولیس کا احتجاجی مظاہرہ نعرے بازی، توڑ پھوڑ آبپارہ چوک پانچ گھنٹے بند ۔ پاکستان: بارش سے پنجاب کے کئی شہروں میں تباہی 15 جاں بحق درجنوں لاپتہ، بیسیوں مکانات منہدم ۔ پاکستان: ملعون رشدی کو سر کا خطاب دینے پر برطانوی ہائی کمشنر کی دفتر خارجہ طلبی بر نکلے کا اعجاز الحق کے بیان پر اظہارِ تشویش ✍ **21 / جون**:

لندن: سر کا خطاب ادبی خدمات پر دیا، رشدی کے معاملے پر معافی نہیں مانگتے، تاہم دل آزاری پر معذرت کرتے ہیں، برطانیہ ✍ **22/ جون**: پاکستان: وزیراعظم کے خلاف نااہلی کا ریفرنس دائر، سٹیل ملز نجکاری اور سٹاک ایکسچینج، بحران کو بنیاد بنایا گیا ✍ پاکستان: پنجاب اسمبلی میں ملعون کے ایشو پر ہنگامہ، رشدی میرے سامنے ہوتو اسے قتل کر دوں، سپیکر، بے نظیر بھٹو کی طرف سے شاتم رسول ﷺ کی وکالت کے خلاف حکومت کا ایوان سے واک آوٹ ✍ پاکستان: بنوں تبلیغی مرکز میں خودکش دھماکہ، ایک شخص جاں بحق 12 زخمی ✍ **23/ جون**: افغانستان: نیٹو کی وحشیانہ بمباری، 13 خواتین، 3 شیر خوار بچوں سمیت، 29 شہری شہید ✍ **24/ جون**: پاکستان: کراچی بارش وطوفان سے تباہی 40 جاں بحق، 35 گرڈ سٹیشن ٹرپ، پروازوں کے روٹس تبدیل ✍ **25/ جون**: پاکستان: کراچی بارشوں سے تباہی اموات 230 سے متجاوز، بجلی بحران سنگین شہری سراپا احتجاج بن گئے ✍ **26/ جون**: پاکستان: کراچی سمیت تمام ساحلی علاقوں میں شدید بارش کی پیشنگوئی، فوج الرٹ، بلوچستان میں شدید سیلاب کی اطلاع، درجنوں دیہات زیرآب ✍ پاکستان: ضلع کونسل راولپنڈی کا 5 ارب 43 کروڑ 64 لاکھ کا ٹیکس فری بجٹ منظور ✍ **27/ جون**: پاکستان: پارلیمنٹ ہاوس کی چوتھی منزل پر آتشزدگی، متعدد دفاتر جل کر خاکستر ✍ پاکستان: کراچی سمندری طوفان میں 19 لانچیں 266 ماہی گیر لاپتہ، ایک لانچ کے 12 ماہی گیر بچا لئے گئے ✍ **28/ جون**: پاکستان: وفاقی کابینہ کا اجلاس، حج کرایوں میں 10 اضافہ، صارفین کے حقوق کوتحفظ دینے کے لئے مسودہ قانون کی منظوری ✍ **29/ جون**: پاکستان: بارشوں نے تباہی مچا دی 65 جاں بحق سینکڑوں زخمی ولاپتہ، بلوچستان میں 15 لاکھ افراد بے گھر ✍ **30/ جون**: پاکستان: موسلا دھار بارشوں کا سلسلہ جاری، مزید 31 جاں بحق، ہزاروں مکانات منہدم، سینکڑوں دیہات زیرِ آب آگئے ✍ **یکم/ جولائی**: افغانستان: ہلمند: امریکی طیاروں کی وحشیانہ بمباری، 100 سے زائد شہری شہید، ننگر ہار میں طالبان حملہ، 8 امریکی ہلاک ✍ **2/ جولائی**: پاکستان: بارشوں اور لینڈ سلائیڈنگ سے ہلاکتوں میں اضافہ، بلوچستان کا سیلابی ریلہ سندھ میں داخل درجنوں دیہات زیرآب ✍ **3/ جولائی**: پاکستان: ایڈوکیٹ آن ریکارڈ کا لائسنس معطل، سیکرٹری قانون وانصاف کوشوکاز، غلط دستاویزات پر وفاق کو جرمانہ، سپریم وہائی کورٹس میں خفیہ اداروں کے اہلکاروں کے بلااجازت داخلے پر پابندی ✍ **4/ جولائی**: پاکستان: لال مسجد وجامعہ حفصہ کے خلاف کاروائی شروع، طلباء اور رینجرز میں جنگ 10 جاں بحق، 150 زخمی، کرفیو نافذ، فوجی کمانڈوز آگئے، حتمی کاروائی کا فیصلہ ✍ پاکستان: لال مسجد کے خلاف آپریشن کا ردعمل، ایبٹ آباد میں شدید ہنگامے، سرکاری عمارات نذرِ آتش، درجنوں گرفتار۔

Congregational Prayers For Ladies

By Abrar Hussain Satti

Q. How for the ladies are allowed to offer their prayers in congregation (jama,ah)? What is the most preperable and superior position in this respect, as per shariah? (Ibid)

Ans: The ladies are always, required to offer their prayers individually. It is no advised for them to offer prayers in congregation. Rather, it is held to be a makrooh (disliked) practice. Unlike of men, the individual prayer of ladies carries more thawab (reward).

However, if some ladies insist on the disliked practice of offering their prayers in congregation, the woman who leads the prayer should not stand in front like a male imam of salah. Instead she should stand in the middle of the women who perform salah in her leadership.

But it is emphasized once again that the congregation of ladies for prayers should always be discouraged.

(Because when they will not be able to get thawab by this deed then for what purpose they will do so? So they should perform their prayers in their houses, or in any separate place.Abrar) (Selected from contamprary fatawa's page no 75 with little bit changing.)